مشمولات

پیغام

حضور غوثِ پاک کی سیرت کو اپنانے کی ضرورت ہے

از: مولانا محمد شاکر نوری

زوال پذیر انسانیت کو عروج و ترقی کی شاہراہ پر لے جانے اور مقامِ انسانیت کو آشکار کرنے کے لیے معلمِ کائنات رسولِ گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کو انسانوں کے لیے ضروری قرار دیا اول علم دوسرے تزکیہ اور تیسرے اخلاق۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم کے سلسلے میں لوگوں کے انہیں جذبات کو مہمیز دیا اور اس کی اہمیت وفضیلت پر اس قدر زور دیا کہ انسان یہ محسوس کرنے لگا کہ اس سے قیمتی خزانہ موجود نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ۲۳ رسالہ قلیل مدت میں داعیِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انقلابی اقدام نے عرب کے بدوؤں کو، جو بکریاں چراتے تھے انسانیت کا ہادی اور رہنما بنا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک طرف ان کی علمی صلاحیتوں کو بہتر بناتے دوسری طرف اپنی صحبت بابرکت اور حکیمانہ کلام سے ان کے اندر اخلاقی قدروں کو بھی اُجاگر فرماتے تھے اور خود اس رسولِ برحق کے اخلاقِ کریمانہ کا صحابہ کرام مشاہدہ فرماتے اور اپنے آقا کی اداؤں کو اپنی زندگی کے شب و روز میں بسانے کی مکمل کوشش کرتے تھے۔ یہ سلسلہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے چل کر تابعین اور تبع تابعین سے ہوتا ہوا سیدنا غوثِ اعظم تک پہنچا آپ نے بھی اپنی دعوت و تبلیغ کو موثر بنانے کے لیے تعلیم و تزکیہ اور اخلاقِ حسنہ کو اپنایا۔ غرض جتنے بھی داعیانِ دین تشریف لائے سب نے دعوت و تبلیغ سے پہلے مذکورہ تین چیزوں کو اپنی زندگی کے شب و روز میں جگہ دی اور کامیاب ہوئے۔

آپ دیکھیں کہ کم سنی میں حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے حصولِ علم کے لیے بغداد جانے کی اجازت چاہی تو آپ کی مقدس ماں نے کتنی گراں قدر نصیحت فرمائی کہ بیٹا! سچ کا دامن کبھی مت چھوڑنا۔ آپ نے سنا اور پڑھا ہوگا کہ سیدنا غوثِ پاک کے سچ بولنے کی برکت سے ڈاکوؤں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ آپ کی والدہ نے یہ نصیحت کیوں فرمائی؟ وجہ یہ تھی کہ داعیِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصادق الامین تھے حضورِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پوری سیرتِ طیبہ سچائی کے واقعات سے بھری ہوئی ہے آپ کا سخت سے سخت دشمن بھی آپ کی امانت وصداقت کا دل سے قائل تھا۔ ان کی والدۂ ماجدہ اپنے فرزند کو مستقبل کا عظیم داعی بنتا دیکھنا چاہتی تھیں ان کی خواہش تھی کہ میرا فرزند نبی پاک کی سیرت کو اپنائے اور ان کا دین پھیلائے اس لیے آپ نے اس صفت سے متصف کرنے کی کوشش فرمائی جس کا اثر یہ ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ اولیائے کرام کی صحبتوں سے استفادہ اور علم کی لازوال نعمت کے حصول کے بعد اتنے عظیم داعی بنے اور ولایت کے ایسے اونچے مقام پر فائز ہوئے کہ اولیائے کرام کی گردنیں ان کے سامنے جھکی نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی دعوت و تبلیغ سے ہزاروں لوگوں کے دل کی دنیا بدل دی۔ آپ نے اپنی قطبیت کا راز افشا کرتے ہوئے فرمایا: دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطُبًا'' یعنی میں نے علم حاصل کیا یہاں تک کہ مقامِ قطبیت پر فائز ہوگیا۔ آپ نے حصولِ علم کی راہوں میں بے شمار مصائب برداشت کیے جس کی تفصیل آپ کی سیرت پر لکھی جانے والی کتابوں میں موجود ہے۔ دعوت کے راستے میں علم، عمل، حلم اور اخلاقِ حسنہ کو اپنانا بے انتہا ضروری ہے کیوں کہ اگر ایک طرف علم کا سمندر موجزن ہو اور دوسری جانب صحبت میں بیٹھنے والا اپنے دل کے زنگ کو دور کر رہا ہو اور تیسری طرف ہمارے اچھے اخلاق ہماری دعوت کی سچائی کا اظہار کر رہے ہوں تو کامیابی و کامرانی ملنا یقینی ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ اگر ہم مذکورہ تین اوصاف کو اپنی داعیانہ زندگی میں اپنا لیں تو یقیناً ہماری ذات دوسروں کے لیے نفع بخش ہوگی اور خود ہم اللہ عزوجل کی نعمتوں اور رحمتوں کے حق دار ہوں گے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو علم، عمل اور اخلاق حسنہ کی دولت سے مالا مال فرمائے اور بزرگوں کے نقوش قدم پر چل کر خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین

”امام احمد رضا کا ایک ایک لفظ حجت اور دلیل ہے“

سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ مجلس شرعی، اشرفیہ مبارک پور کے اٹھارہویں فقہی سیمینار کی مختصر روداد

از: محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

دعوت وسنت کی بین الاقوامی تحریک سنی دعوت اسلامی ممبئی اپنے زمانۂ قیام سے اب تک دو دہائیوں کا کامیاب سفر طے کر چکی ہے اور اپنے تابناک مستقبل کے لیے حوصلہ مند دکھائی دیتی ہے۔ اسلامی افکار و معتقدات کی تبلیغ وترسیل اور شعائر اللہ کی تعظیم وتوقیر جس کے بنیادی مقاصد ہیں۔ شان الوہیت کا تقدس وتحفظ اور عشق رسالت پناہی کا فروغ وابلاغ جس کی اولین ترجیحات میں شامل ہے اور جو کل وقتی طور پر موجودہ دور میں شانِ عشقِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجددِ اعظم امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز اور سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے متعین کردہ خطوط پر چل کر اپنی عظمت وبرتری کا سکہ دلوں پر راسخ کر رہی ہے۔ امام احمد رضا قادری کی تعلیمات اوران کے پیش کردہ افکار ونظریات حقانیت وسنیت سے عبارت ہیں اوران کی ذات بابرکات برصغیر ہندو پاک میں حق کی شناخت اور محبت کی پہچان ہے اور سنی دعوت اسلامی سے منسلک علما، مشائخ، اساتذۂ مدارس، پیران طریقت، مفتیان کرام اور عوام اہل سنت اسی شناخت کی بقا اور اسی عزیز ترین اور لازوال محبت کا چراغ دلوں میں روشن کرنے کی خاطر ہمہ دم کوشاں ہیں جس کے لیے ہر ممکنہ اقدام اس کے منشور میں شامل ہے اور پیش قدمی جاری ہے۔ نشریاتی میدان میں اس کا اپنا خاص مکتبہ ”مکتبہ طیبہ“ اور ”ادارہ معارف اسلامی“ اپنی اہم ترین مطبوعات کے ذریعے فروغ سنیت میں مصروف ہے جس نے اب تک مختلف موضوعات پر نثر ونظم میں چالیس کے قریب اردو، ہندی، انگریزی اور گجراتی میں کتابیں شائع کی ہیں۔ خاص امام احمد رضا کے افکار پر ”امام احمد رضا اور اہتمام نماز (از: مولانا محمد شاکر نوری رضوی) امام احمد رضا اور مدینہ منورہ (از: توفیق احسن برکاتی) مصری صحافت میں امام احمد رضا کے جلوے (از: مولانا خالد رضا نجمی) عقائد اسلامی (از: طلبہ جماعت فضیلت ادارہ سنی دعوت اسلامی ممبئی) وغیرہ کتابیں اور تحقیقات طبع ہوئیں اور ملک وبیرون ملک جن کی اشاعت وترسیل بھی عمل میں آئی، یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ادارہ معارف اسلامی تحقیق شائع کرتا ہے اور مکتبہ طیبہ دوسری تالیفات وتصنیفات شائع کرتا ہے اور قیمتاً و بلا قیمت انہیں عام کیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل غیب سے مزید سامان انتظام مرحمت فرمائے آمین۔

۲۲، ۲۳، ۲۴ر جنوری ۲۰۱۰ء کو تحریک سنی دعوت اسلامی کے ارباب حل وعقد نے مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی کے اٹھارہویں فقہی سیمینار کی میزبانی کا شرف حاصل کیا ہے اس سے قبل ۲۰۰۳ء میں بھی پہلی بار اپنے اہتمام میں مجلس شرعی کے فقہی سیمینار کا انعقاد کیا تھا اور خوب داد وتحسین وپذیرائی پائی تھی۔

سیمینار وسمپوزیم اور بحث وتمحیص کی پررونق اور مبنی براخلاص علمی وفقہی مذاکرے وقت وزمانے کی اشد ضرورت ہیں۔ اگر ان شرعی وفقہی سیمیناروں کا انعقاد نہ ہو اور عصر جدید کے جید علما ایک خاص جگہ جمع ہو کر امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز کے جواب اور پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے کوشش نہ کریں تو امت مسلمہ جن لاینحل مسائل کی گرفت میں ہے اور جن کا صریح اور واضح حکم قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے، اس کے لیے حرج شدید اور حد درجہ مشقت وپریشانی کا سبب بنتے اس لیے ان جیسے فقہی سیمیناروں کی ضرورت وافادیت سے قطعی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لائق مبارک باد ہیں وہ علما ومفتیان کرام جو جزئیات فقہیہ اور اشباہ ونظائر کی روشنی میں بحث وتمحیص کے بعد پیش آمدہ مسائل کا شافی حل ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ اس طرح ان غیر واضح مسئلوں کا شرعی نقطۂ نظر جائز وناجائز اور حلال وحرام کی شکل واضح ہو جاتی ہے۔

سنی دعوت اسلامی کے روح رواں حضرت مولانا حافظ وقاری محمد شاکر نوری رضوی صاحب قبلہ نے اس سیمینار کے انعقاد کے لیے جو جگہ متعین کی تھی وہ پہاڑوں کے دامن میں شہر کے شوروغوغا سے کوسوں دور مہاپولی بھیونڈی ضلع تھانے میں سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام پایہ تکمیل

کو پہنچنے والے اس حرا کامپلیکس کے جامعہ حرا میں جو مہبط وحی ''غار حرا'' سے منسوب ہے اور اسم بامسمیٰ ہے۔ اپنی خوشگوار آب وہوا، صاف وشفاف موسم کے لحاظ سے ایک محفوظ ترین علاقہ ہے جہاں قدرت کے حسین شاہ کار، پہاڑوں کے تاحدنظر سلسلے اور گل وگل زار کا طویل حصہ دیکھنے کو ملتا ہے اور طبیعت جھوم جھوم جاتی ہے۔ مزید مندوبین حضرات کے قیام وطعام، حسن انتظام اور ہر چیز کی سہولت بھرپور ستائش کے لائق ہے۔

یہ پہلی بار تھا جب اس مخصوص علاقے میں وقت کے جلیل القدر علما، مایہ ناز مفتیان کرام اور پاک طینت مشائخ کا عظیم قافلہ اتر آیا تھا گویا علم وفضل، دانش مندی اور تحقیق کی ایک کہکشاں تھی جو تین روز تک اپنی رنگ برنگی روشنیوں سے اس خطے کو نورستان بنائے ہوئے تھی اور یہ اہل مہاپولی کی خوش بختی تھی کہ وہ اتنے نفوس قدسیہ کے چہروں کی زیارت اور ان کے مذاکراتی سلسلے کو ملاحظہ کررہے تھے۔ اس سیمینار کو خصوصیت کے ساتھ عزیز ملت علامہ عبدالحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، شیخ الجامعہ علامہ محمد احمد مصباحی (اشرفیہ) مفتی محمد مجیب اشرف رضوی (ناگ پور) مفتی نظام الدین رضوی (اشرفیہ) علامہ عبدالشکور عزیزی (اشرفیہ) مفتی حبیب یار خاں (اندور) مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی (لندن) علامہ یٰسین اختر مصباحی (دہلی) مولانا عبدالمبین نعمانی (چریاکوٹ) مفتی آل مصطفیٰ مصباحی (امجدیہ گھوسی) قاضی شہید عالم رضوی (بریلی شریف) مولانا مسعود احمد برکاتی (امریکہ) مفتی عبدالمنان کلیمی (مرادآباد) مفتی اشرف رضا مصباحی (ممبئی) مفتی عالم گیر رضوی (راجستھان) مفتی محبوب عالم مصباحی (بھیونڈی) وغیرہم نے اپنی شرکت سے کامیابی کی ضمانت فراہم کی۔ ان حضرات کے علاوہ ہندوستان بھر سے پچاس سے زیادہ محققین، علما ومفتیان کرام شریک سیمینار رہے جب کہ قرب وجوار کے درجنوں علمائے کرام وائمہ مساجد زینت محفل تھے اور جن چار موضوعات کو منتخب کیا گیا تھا اور جو مسائل رکھے گئے تھے ان کے حل کے لیے تین روز کی بحث وتحقیق اور مذاکرات کے بعد اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور باتفاق رائے فیصلے تحریر کیے گئے اور سب کے دستخط کے ساتھ انہیں محفوظ کر لیا گیا اور ۲۶؍جنوری ۲۰۱۱ء بروز بدھ سرزمین ممبئی کے جھولا میدان میں کئی ہزار لوگوں کی موجودگی میں ایک عظیم الشان امام احمد رضا کانفرنس وسنی اجتماع میں سنایا گیا۔ ممبئی کے کئی اخبارات نے متعدد اشاعتوں میں انہیں شائع کیا اور انٹرنیٹ کے ذریعے براہ راست دنیا کے چالیس سے زائد ممالک میں اس پورے پروگرام کو سنایا گیا۔ وللہ الحمد۔

اس سلسلے میں مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور تحریک سنی دعوت اسلامی کے تمام ذمے داران بالخصوص مولانا محمد شاکر نوری رضوی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ مجلس شرعی اپنا یہ اٹھارہواں فقہی سیمینار منعقد کر رہی تھی اور تحریک سنی دعوت اسلامی دوسری بار میزبان ومنتظم ہو رہی تھی۔ اللہ عزوجل ان کے حوصلوں میں توانائی، عزائم میں استحکام اور نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے، آمین۔

راقم الحروف ایک مندوب اور علما ومشائخ کے خدمت گزار کی حیثیت سے اس سیمینار میں شریک رہا اور آنکھوں دیکھا حال بغیر کسی دباؤ یا لالچ کے سپرد قرطاس کر رہا ہے۔ اس سیمینار کے لیے تین دن میں کل چھ نشستوں کا پروگرام تھا۔ ہر نشست کے لیے الگ الگ صدر متعین تھے جن کے نام علی الترتیب اس طرح ہیں۔ ☆ علامہ مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ دام ظلہ مہتمم جامعہ امجدیہ ناگپور ☆ علامہ قمرالزماں اعظمی صاحب قبلہ دام ظلہ جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن ☆ علامہ عبدالشکور صاحب قبلہ دام ظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ ☆ عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ دام ظلہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ ☆ علامہ محمد احمد مصباحی صاحب دام ظلہ صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ ☆ علامہ مفتی حبیب یار خاں صاحب قبلہ دام ظلہ مہتمم دارالعلوم نوری، اندور

جب کہ تمام نشستوں کی نظامت محقق مسائل جدیدہ استاذ گرامی حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی (صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور) کے ذمے تھی اور آپ نے اس ذمہ داری کو باحسن وجوہ انجام دیا اور سمینار کامیابی کی شاہرہ پر گامزن رہا اور منزل مقصود تک رسائی حاصل کر سکا، اس سمینار کی آخری نشست میں ایک موقع پر محقق مسائل جدیدہ نے فرمایا: ''اعلیٰ حضرت کے حوالے سے قطعاً یہ کہنا درست نہیں کہ انہوں نے کسی لفظ کو یوں ہی لکھ دیا ہے''۔ مزید ارشاد فرمایا: ''بلکہ ان کا ایک ایک لفظ حجت اور دلیل ہے۔''

کتنی عمدہ بات تھی اور کتنا قطعی فیصلہ تھا جو محقق مسائل جدیدہ ناظم مجلس شرعی کی زبان سے جاری ہو رہا تھا، اس لیے راقم نے حضرت کے اس

جملے کو اداریے کا عنوان بنالیا ہے، واہ! سبحان اللہ! دوران سیمینار یہ حقیقت بھی واشگاف ہوئی کہ مجلس شرعی کے بنیادگزاروں نے اپنے منشور میں اس غیر متبدل نکتہ کو شامل کیا ہے کہ امام احمد رضا، حضور مفتی اعظم ہند اور صدر الشریعہ علیہم الرحمہ کے فتاویٰ، رسائل اور تحقیقات کے خلاف قطعاً کوئی مسئلہ مجلس شرعی فیصل نہ کرے گی بلکہ انہیں حجت اور دلیل کے طور پر پیش کر کے مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے گا۔

ممبئی عظمیٰ سے اشاعت پذیر کئی اخبارات نے اس سیمینار کی رپورٹیں شائع کیں۔ جن میں روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی، راشٹریہ سہارا ممبئی، صحافت ممبئی، روزنامہ ہندوستان ممبئی نے شہ سرخیوں اور ذیلی سرخیوں میں نمایاں جگہ دی، قارئین کی معلومات کے لیے دو تراشے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

تحریک سُنّی دعوتِ اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ مجلس شرعی کے اٹھارہویں فقہی سیمینار کا شاندار آغاز

''ائمۂ مجتہدین کی کوششوں اور تحقیقات سے فقہ حنفی کا عظیم ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے''۔ (مفتی مجیب اشرف، ناگ پور)

دعوت وتبلیغ کی بین الاقوامی تحریک سُنّی دعوتِ اسلامی، ممبئی کے زیر اہتمام جامعہ حراانجم العلوم، مہاپولی، بھیونڈی میں منعقد مجلس شرعی مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی کے اٹھارہویں فقہی سیمینار نے روز اول ہی سے کامیابی کی طرف محتاط قدم بڑھا دیے۔ سیمینار کا آغاز حسب دستور وقت مقررہ پر ٹھیک نو بجے قاری محمد ریاض الدین اشرفی کی تلاوت اور حافظ محمد نعیم الدین کی آواز میں نعت پاک سے ہوا۔ مسند صدارت پر صوبۂ مہاراشٹر کے ممتاز عالم دین مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ (دارالعلوم امجدیہ ناگ پور) جلوہ افروز تھے اور نظامت کے فرائض محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ انجام دے رہے تھے۔ ناظم اجلاس نے تمام مندوبین مفتیان کرام اور محققین کا مختصر تعارف پیش فرمایا اور خطبۂ استقبالیہ کے لیے امیر جماعت مولانا محمد شاکر علی نوری رضوی کو دعوت دی۔ آپ نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں تمام مندوبین علما و مشائخ و مفتیان کرام کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش فرمایا اور کہا ''سُنّی دعوتِ اسلامی کے زیر انتظام منعقدہ یہ سمینار دراصل تحریک اور ہم سبھی کے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے''۔ آپ نے مزید فرمایا ''مجلس شرعی کی جانب سے منعقدہ یہ سمینار درحقیقت اپنی عظمت رفتہ کے حصول کی طرف ایک خوش آئند اقدام ہے''۔

صدر اجلاس مفتی مجیب اشرف صاحب قبلہ نے اپنے خطبۂ صدارت میں گزشتہ صدیوں میں فقہائے عظام و محققین کرام کی جانب سے پیش کی گئی تحقیقات کی ستائش کی اور فرمایا ''ائمۂ مجتہدین کی کاوشوں اور فقہا کی محنتوں سے فقہ حنفی کا عظیم ذخیرہ ہمارے درمیان موجود ہے اور ہم ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اگر وہ فقہی جزئیات نہ ہوتے تو امت کے لاینحل مسائل کے شافی حل کے لیے ہمیں نہ جانے کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا''۔ مجلس شرعی نے تمام مندوبین کو چار موضوعات پر سوال نامے ارسال کیے تھے: (۱) اینی میشن کا شرعی حکم (۲) برقی کتابوں کی خرید و فروخت اسلامی نقطۂ نظر سے (۳) زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال (۴) انٹرنیٹ کے شرعی حدود

پہلی اور دوسری نشست میں پہلے موضوع اینی میشن کے شرعی حکم پر سب سے پہلے مولانا محمد ناصر رضا مصباحی نے مندوبین کی جانب سے پیش کیے گئے مقالات کے ۲۲۰ رصفحات کا خلاصہ ان کے موقف کی وضاحت اور دلائل کے ساتھ پیش کیا اور ناظم اجلاس نے بحث و مذاکرہ کا آغاز فرمایا۔ مذاکرہ کیا تھا، دلائل و براہین اور کتب فقہ و حدیث و لغات سے پیش کیے گئے وہ چنیدہ نکات تھے، جو اہل علم و تحقیق کے شایان شان ہیں۔ بڑی خوب صورت علمی و تحقیقی محفل اپنی کامیابی پر رقص کناں تھی، مندوبین بھرپور مباحثہ میں حصہ لے کر اپنی موجودگی کا احساس دلا رہے تھے۔ دوسری نشست کی صدارت کی ذمہ داری مفکر اسلام علامہ محمد قمر الزماں خاں اعظمی لندن کے سپرد تھی اور مسئلہ و موضوع وہی تھا۔ تادم تحریر تمام مفتیان و محققین فیصلہ تک پہنچنے کی کوشش میں کامیاب دکھائی دے رہے تھے''۔ (روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی مورخہ ۲۳ رجنوری)

مہاپولی، بھیونڈی میں منعقدہ مجلس شرعی اشرفیہ مبارک پور کا سہ روزہ فقہی سیمینار بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا

''جہاں تک میرا مطالعہ رہ نمائی کرتا ہے، برصغیر ہندو پاک میں اپنی نوعیت کا یہ منفرد المثال سیمینار ہے اور فقہ کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے''۔(مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی، لندن)

'' سُنّی دعوتِ اسلامی، ممبئی کے زیر انتظام منعقدہ مجلس شرعی مبارک پور، اعظم گڑھ کے سہ روزہ سیمینار کی دوسری نشست میں الحمدللہ! تمام مندوبین فقہا و محققین کرام متعلقہ موضوع ''اینی میشن کا شرعی حکم'' کے اندر خلاصۂ مقالات میں پیش کیے گئے تنقیح طلب سوالات کے جوابات پر کافی بحث و مذاکرہ کے بعد متفق ہو گئے اور فیصلہ اتفاق رائے سے محفوظ کر لیا گیا۔ اس نشست کی صدارت مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی فرما رہے تھے، مفتی محمد نظام الدین رضوی، مفتی آل مصطفیٰ مصباحی، مولانا مسعود برکاتی امریکہ، علامہ یٰسین اختر مصباحی دہلی، مولانا صدر الوریٰ مصباحی اشرفیہ اور دیگر علما و مفتیان کرام نے بھرپور مذاکرہ میں حصہ داری نبھائی اور دلائل و شواہد کی روشنی میں دونوں نشستوں کے متعینہ آٹھ گھنٹوں میں ہندوستان بھر سے آئے اسّی کے قریب علما و محققین کا متفقہ فیصلہ محفوظ ہو گیا۔ ممبئی سے مفتی محمد اشرف رضا مصباحی، مفتی اختر رضا مصباحی نمائندگی کر رہے تھے اور بھیونڈی سے مفتی محبوب عالم مصباحی شریک بزم رہے۔ ۲۳؍جنوری صبح ٹھیک نو بجے تیسری نشست کا آغاز قاری محمد عقیل کی تلاوت اور جامعہ حرا کے طالب علم سید حامد کی آواز میں نعت پاک سے ہوا اور دوسرے موضوع ''برقی کتابوں کی خرید و فروخت شرعی نقطۂ نظر سے'' پر بحث کا آغاز ہوا، اس نشست کی صدارت شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ علامہ عبدالشکور مصباحی دام ظلہ فرما رہے تھے، جب کہ سرپرستی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ علامہ عبدالحفیظ عزیزی دام ظلہ فرما رہے تھے۔ ابتدا میں صدر اجلاس نے خطبۂ صدارت پیش فرمایا اور برجستہ کہا ''فقہ اسلامی ایک عظیم دولت ہے، ایک ایک مسلمان اپنی عبادت، تجارت اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں فقہ کا محتاج ہے، فقہ سے ہٹ کر ایک مسلمان نہ صحیح عبادت کر سکتا ہے، نہ درست تجارت، جو مسائل فقہی جزئیات کی روشنی میں انفرادی طور پر حل نہیں ہو سکتے، سیمینار کی شکل میں اجتماعی طور پر ان لاینحل اور پیچیدہ مسائل کے حل کی یہ کامیاب کوشش لائق ستائش ہے''۔

خطبۂ صدارت کے بعد مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے چالیس مقالہ نگاروں کے ذریعہ متعلقہ موضوع پر تحریر کیے گئے ۱۰۷؍صفحات پر مشتمل مقالات کا خلاصہ ۹؍صفحات میں پیش فرمایا اور پھر ناظم اجلاس محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی نے بحث و تحقیق کے لیے تمام مندوبین کی توجہ خاص خاص نکات کی طرف مبذول کرائی۔ مفتی بدر عالم مصباحی، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا ناصر رضا مصباحی، بالخصوص مفتی محمد نظام الدین رضوی نے بحث و مذاکرہ میں کامیاب شراکت نبھائی اور برقی کتابوں سے متعلق پیش کیے گئے سوالات کے حل کے لیے برقی شعاعوں کی مالی حیثیت، ان کی بیع وشرا کے ثبوت کی خاطر سائنسی تحقیقات، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے متعلق کتابوں کے جزئیات کی روشنی میں مثبت تحقیق پیش فرمائی اور کامل تحقیق و مذاکرہ کے بعد اس موضوع کو بھی حل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور فیصلہ تحریر کر لیا گیا۔ اس طرح چھ نشستوں میں سیمینار اختتام پذیر ہوا۔ سیمینار میں ہونے والے فیصلے کل کے اخبار میں ملاحظہ کریں اور یہ فیصلے جھولا میدان مدنپورہ ممبئی میں ہونے والے سنی اجتماع میں سنائیں جائیں گے''۔(روزنامہ صحافت ممبئی ۲۴؍جنوری)

چوں کہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے اڈیٹر مولانا مبارک حسین مصباحی اس سمینار کے لیے ایک دستاویزی شمارہ شائع کرتے ہیں۔ جس میں خطبہ استقبالیہ، خطبات صدارت، مقالات کے خلاصے، مندوبین کے اسما، تاثرات اور فیصلے بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم اتنے پر بس کرتے ہوئے صرف ان سے فیصلے کی اشاعت کا اذن لے کر اپنی بات ختم کرتے ہیں اور قارئین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ تمام فیصلے اس شمارے میں پڑھیں لیکن ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کا وہ دستاویزی شمارہ ضرور خرید کر اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

اپنی نگاہیں نیچی رکھیے

از: محمد فیضان عزیزی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کلامِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ (۱) اور مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ (۲) اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔

اسلام میں ایسا نہیں ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کو صرف برائیوں سے بچنے کا حکم دیا ہو اور کوئی ایسی راہ نہ بتائی ہو جس سے برائیوں سے بچا جا سکے بلکہ اس نے برائی کی طرف لے جانے والے ہر راستے ہی کو بند کر دیے ہیں۔ اسی لیے معاشرے کو ہر طرح کی برائی سے محفوظ رکھنے، اپنے آپ کو باعزت اور پروقار رکھنے اور اپنے دامن کو ہر طرح کی آلودگی سے بچانے کا جو طریقہ قرآنِ عظیم نے بتایا ہے اس میں سب سے پہلے نظروں کی حفاظت کرنے اور پردہ کرنے پر زور دیا ہے۔

آخر مرد و زن دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس امر پر بحث کرتے ہوئے علامہ پیر کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ضیاء القرآن میں فرماتے ہیں:

''اس (دامنِ عظمت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف رکھنے) کا طریقہ قرآنِ مجید میں یہ بتایا ہے کہ مومن مرد اور مومنہ عورت اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور یہ حقیقت ہے کہ آنکھوں میں جب تک شرم وحیا ہوتی ہے انسان کے دل کی دنیا فاسد خیالات اور ناپاک نظریات کی یورش سے محفوظ رہتی ہے جذبات میں سکون واعتدال پایا جاتا ہے اور کسی کی آبرو کی طرف ہاتھ بڑھانا تو کجا آنکھ اٹھانے کی سکت بھی پیدا نہیں ہوتی لیکن جب آنکھیں نورِ حیا سے محروم ہو جاتی ہیں جب شرم کا پردہ چاک ہو جاتا ہے تو پھر پرسکون جذبات میں ایک آگ سی لگ جاتی ہے خبیث خیالات کا ایک سیلاب اُمڈ کر آ جاتا ہے جو بڑے بڑے انسانوں کو تنکوں کی طرح بہا لے جاتا ہے حتیٰ کہ انہیں اپنے ظاہری تقدس کی پروا بھی نہیں رہتی''۔ (۳)

نظروں کی حفاظت نہ کرنے والا شخص جب بے حیا ہو جاتا ہے اور دوسروں کی بہو بیٹیوں کو اپنے تیرِ ہوس کا نشانہ بنانے لگتا ہے تو اس کی اس بے حیائی کا نتیجہ ذکر کرتے ہوئے علامہ تحریر فرماتے ہیں:

''بے حیا شخص صرف دوسروں کو ہی اپنے تیرِ ہوس کا نشانہ نہیں بناتا بلکہ وہ اپنے گھر کی فصیل میں خود شگاف ڈال کر لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ بھی آ کر اس کی آبرو کو خاک میں ملائیں''۔ (۴)

اس بحث سے اتنا تو ضرور معلوم ہوا کہ انسان کی بے حیائی کی ابتدا نظروں کو غیر محارم کی طرف اٹھانے سے ہوتی ہے۔ اگر ابتدا ہی میں اس دروازے کو بند کر دیا جائے تو انسان کی حیا محفوظ ومامون رہ سکتی ہے لیکن اگر اس بات کی اجازت دے دی جائے کہ دیکھنا جائز ہے اور پھر آگے جو گناہ اس راستے میں ہونے والے ہیں ان سے روکا جائے تو یقیناً یہ ایک قسم کا ظلم ہوگا اور بہت بڑی زیادتی ہوگی کہ پہلے تو اس راستے پر چلنے کے لیے دروازہ کھول دیا گیا اور جب اس راستے پر چل پڑے تو اب روکا جا رہا ہے اور اس پر سزا دی جا رہی ہے اس لیے قرآنِ عظیم نے اولاً ہی مرد و زن دونوں کے لیے یہ لازم کر دیا کہ اپنی اپنی نگاہیں نیچی رکھو تاکہ گناہ کی ابتدا ہی نہ ہو سکے۔ غیر محرم سے ربط وتعلق، اس سے سلام وکلام، ملنا جلنا اس کے بعد ہے۔ بے حیائی کی حدود کو پار کرنا یہاں تک کہ حدود کو پار کر کے زنا تک کی نوبت آ جانا نگاہوں کے چار ہونے ہی سے ہوتا ہے۔

نگاہوں کے نیچا رکھنے پر اسلام نے کتنا زور دیا ہے آیئے اس کو ملاحظہ کرتے چلیں۔

عن ابی امامة يقول سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اكفلوا لى بستٍ اكفل لكم بالجنة اذا حدث فلا يكذب واذا اؤتمن فلا يخن واذا وعد فلا يخلف وغضوا ابصاركم وكفوا ايديكم واحفظوا فروجكم (۵)

اگر تم میرے ساتھ ان چھ باتوں کا وعدہ کرو تو میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں (۱) جب تم سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولو (۲) جب تمہیں امین بنایا جائے تو خیانت نہ کرو (۳) جب وعدہ کرو تو وعدہ خلافی نہ کرو (۴) اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو (۵) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو (۶) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔

ان چھ باتوں میں اخیر کی تین باتیں ایسی ہیں کہ جن کا راستہ بالکل ایک ہے کیوں کہ نگاہ حرکت کرتی ہے تو پھر ہاتھ میں حرکت پیدا ہوجاتی ہے جب یہ دونوں حرکت میں آجاتے ہیں تو ان دونوں کی حرکت کا نتیجہ بداطواری کی شکل میں نکلتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان چیزوں کی حفاظت کا حکم فرمایا اور یہی نہیں بلکہ ان کے محافظین کو جنت کی ضمانت دے دی۔ اب اگر ہم نمبر (۴) سے لے کر نمبر (۶) تک کی ترتیب پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اخیر کی دونوں باتیں اس وقت وجود میں آئیں گی جب پہلی بات (نظر) ہوچکی ہوتو گویا نظریں ان دونوں حرکتوں کا سبب ہیں۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ اور ارشاد ہے۔

من یکفل لی مابین لحییه وبین رجلیه اکفل له الجنة۔(۶)

جو شخص مجھے دو باتوں کی ضمانت دے کہ جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) اور جو اس کے دونوں ٹانگوں کے درمیان (یعنی شرم گاہ) ہے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

اس (شرم گاہ) کی حفاظت اسی وقت ہوگی جب فکر وذہن پاک وصاف ہوں گے اور ان میں کسی بھی طرح کا فاسد خیال موجود نہ ہوگا کیوں کہ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ ذہن وفکر میں خیالات فاسدہ کا مینہ مجتمع ہو اور یہ امید کی جائے کہ اس کے قطرے زمینِ قلب پر نہ پڑسکیں۔ یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب نظر پاک وصاف ہو اور غیر محارم کی طرف نہ اٹھتی ہو۔

نظر کی حقیقت کو واضح فرماتے ہوئے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان النظر سهم من سهام ابلیس مسموم من ترکه مخافتی ابدلته ایماناً یجر حلاوتها فی قلبه۔(۷)

نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جو اس (تیر) کو میرے خوف سے ترک کرتا ہے میں اسے ایمان کی نعمت بخشوں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا۔

حدیثِ مذکور سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ نظرِ بد میں شیطان کے وسوسوں کا ہیجان انگریز اثر ہوتا ہے اسی لیے تو جو نظروں کو نیچی نہیں رکھتے بلکہ ہر جگہ تانک جھانک میں لگے رہتے ہیں ان افراد سے اکثر شیطانی افعال کا ظہور ہوا کرتا ہے اور جو نظروں کو نیچا رکھتے ہیں وہ شرارتِ شیطان سے محفوظ ومامون بھی رہتے ہیں اور ایمان کی حلاوت سے لذت آشنا بھی ہوتے ہیں۔

دراصل نظر تو راہِ قلب کا بابِ اول ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی چیز نظر نہیں آتی تو بعض اوقات دل اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے یہی تو کہا تھا (اگر چہ غلط مطالبہ تھا): لَنْ نُّؤمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً (ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے تجھ پر جب تک ہم نہ دیکھ لیں اللہ کو ظاہر) اور جب کوئی چیز نظر آجاتی ہے تو وہ چیز بابِ نظر سے ہوتے ہوئے منزلِ قلب تک لمحوں میں پہنچ جاتی ہے اسی لیے تو حسنِ یوسف کو دیکھنے کے بعد نہ صرف زلیخا فریفتہ ہوئیں بلکہ زنانِ مصر اپنے آپ کو بھول گئیں اور اپنی انگلیوں کو کاٹ ڈالا۔

یہ بات آج کل کے مشاہدات میں بھی ہے کہ جب کوئی چیز دیکھ لی جاتی ہے تو وہ بہت جلدی دل میں اتر جاتی ہے۔ نظر دل کا دروازہ ہے اور دل پورے جسم کا ٹرانفسارمر جو پورے جسم میں کرنٹ سپلائی کرتا ہے۔ اس حقیقت کو بھی حدیثِ پاک میں یوں اُجاگر کیا ہے''**ان فی جسد اٰدم لمضغة لو فسدت فسدا الجسد کله ولو صلحت صلح الجسد کله الا وهی القلب الا وهی القلب**'' کہ آدمی کے جسم میں ایک پارۂ گوشت ہے اگر اس میں فساد آیا تو سارے جسم میں فساد آیا اگر وہ اصلاح پذیر ہوا تمام بدن اصلاح پذیر ہوا خبردار ہوجاؤ وہ دل ہے ہوشیار ہوجاؤ وہ دل ہے۔

اس کا اندازہ اس وقت کیا جاسکتا ہے کہ جب کوئی حور صفت دوشیزہ موجود ہو اور اس پر کسی کی نظر پڑی ہو اولاً تو وہ اپنی نگاہوں کو جھکالیتے ہیں لیکن پھر دل میں دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے اگر کوئی اس اشتیاق کی بنا پر دوبارہ دیکھ لیتا ہے تو پھر اس کے جو اثرات دل پر مرتب ہوتے ہیں وہ قابلِ توجہ ہوتے ہیں۔

حقیقتِ نظر کو اُجاگر کرتے ہوئے علامہ قرطبی تحریر کرتے ہیں

البصر هو الباب الاکبر الیٰ القلب یحسب ذلک کثر الشوط من جهته ووجب التحزیر منه وغضه واجب عن جمیع المحرمات وقل مایخشی الفتنة من اجله(۸)

نظر دل کی طرف کھلنے والا سب سے بڑا دروازہ ہے نگاہ کی بے راہ روی کے باعث ہی اکثر لغزش ہوتی ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیے اور تمام محرمات سے اسے روکنا چاہیے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے فتنے سے بچا جا سکے۔

جب یہ نظر کی حقیقت ہے اور یہ اس کا نتیجہ ہے تو اب ہر صاحبِ عقل وخرد یہی کہے گا کہ ہاں! نظروں کو نیچا ہی رکھنا ضروری ہے اور اس کے لیے صرف نظروں کے نیچا رکھنے سے کام نہیں چلے گا بلکہ عورتوں کے لیے پردہ کرنے کی سخت تنبیہ کرنی ہوگی کیوں کہ اگر عورت بے پردہ ہوگی تو کب تک نظروں کو نیچا رکھا جائے گا کبھی بھی نظر خطا کر سکتی ہے۔ پیٹرول کے پاس سے چنگاری کو دور رکھا جائے تب تو اس بات کا اطمینان رہے گا کہ آگ نہیں لگے گی ورنہ تو کون صاحبِ عقل ہے جو مطمئن رہے گا کہ اب آگ نہیں لگے گی۔

لہٰذا تمام اسلامی بھائی اور بہنیں اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد نگاہ پر کنٹرول کرنے کی کوشش کریں۔ یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے صرف دل میں اگر عمل کا پختہ ارادہ ہو جائے اور دل ہمہ وقت اللہ کی توفیق کا طلبگار رہے۔ ''ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' کا مسلم نظریہ پیش نظر رہے تو کچھ بھی ناممکن نہیں۔ اسلامی بہنوں سے خصوصی گزارش ہے کہ پردہ جو کہ آپ کی عزت وآبرو کا محافظ ہے اس کو اپنائیں۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر میری ہر بہن پردہ اختیار کر لے تو ضرور معاشرے سے بہت سارے گناہوں کی بیماریوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے جن سے آج پورا معاشرہ سسک اور کراہ رہا ہے۔

حوالہ جات

(۱) سورۂ نور آیت ۳۰

(۲) سورۂ نور آیت ۳۱

(۳) ضیاء القرآن جلد سوم صفحہ ۲۱۰

(۴) ایضاً

(۵) ضیاء القرآن جلد سوم صفحہ ۳۱۲

(۶) ایضاً

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب اور جاں نثار صحابی

حضرت قیس بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از: عارف محمود

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محبوب جاں نثار تھے۔ ایک دفعہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے آپ کا یہ معمول تھا کہ اجازت کے بغیر کسی کے مکان میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت آہستہ جواب دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر آہستہ سے آپ کے سوال کا جواب دیا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' اس بار بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلام کے جواب میں حضرت سعد نے رضی اللہ عنہ اپنی آواز بہت پست رکھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ کو اجازت دینے میں متامل ہیں چنانچہ آپ واپس ہو چلے۔ اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ فوراً باہر آئے اور عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں آپ کا سلام سن رہا تھا اور آپ کے سلام کا جواب اس لیے آہستہ دے رہا تھا کہ آپ ہم پر کثرت سے سلام کریں۔''

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم متبسم ہو گئے اور ان کے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے انتظام کا حکم دیا چنانچہ آپ نے غسل فرمایا۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی خدمت میں موٹے کپڑے کی ایک چادر پیش کی جو زعفران یا درس (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) میں رنگی ہوئی تھی۔ آپ نے اس کو اپنے جسمِ اطہر پر لپیٹ لیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ ''الٰہی اپنی رحمت اور مہربانی سعد پر نازل فرما''۔ اس کے بعد آپ نے کھانا کھایا اور پھر واپسی کا ارادہ فرمایا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا گدھا منگایا اور اس کی پشت پر چادر بچھوائی ساتھ ہی اپنے بیٹے سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے وہ آپ کے ساتھ چل پڑے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ ان کو پاسِ ادب مانع ہوا اور انہوں نے آپ کے ساتھ بیٹھنے پر عذر کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار ہو جاؤ یا واپس ہو جاؤ۔ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے کی جرأت نہ کی اور واپس چلے گئے۔

حضرت قیس کا فضل وکمال

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ سعادت مند فرزند جن کو سیدالانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر ادب واحترام ملحوظ تھا، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ سیدنا ابوالفضل حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار کبارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں ہوتا ہے، ان کا تعلق خزرج کے خاندان بنوسعد سے تھا۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی حضرت سعد بن عبادہ خزرج کے رئیسِ اعظم اور بزمِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خاص اراکین میں سے تھے۔ وہ نہ صرف خود ایک عظیم المرتبت صحابی تھے بلکہ ان کی والدہ حضرت عمرہ بنت مسعود اور اہلیہ حضرت فکیہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شرفِ صحابیت سے بہرہ ور تھیں۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی گھرانے میں شعور کو پہنچے اور والدین کی طرح ہجرتِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے پہلے شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ مسندِ احمد بن حنبل میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نزولِ اجلال فرمایا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! یہ میرا فرزند قیس ہے میں اسے آپ کے حوالے کرتا ہوں آپ اس سے کام لیا کریں۔''

حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دل وجان سے اپنے آپ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ ان کو دربارِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حد درجہ تقرب وامتیاز حاصل تھا۔ اس کا اندازہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہ مقام رکھتے تھے جو کسی فرماں روا کے یہاں پولیس کے اعلیٰ افسر کا ہوتا ہے۔

قیس بن سعد کی خصوصیات

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے قد کاٹھ اور ڈیل ڈول کے جوان تھے۔ گدھے پر بیٹھتے تو پاؤں زمین کو چھوتے تھے۔ چہرہ قدرتاً بالوں سے بالکل خالی تھا اس لیے اہلِ مدینہ از راہِ مذاق کہا کرتے تھے کہ کاش ان کے لیے ایک داڑھی خرید لی جاتی۔ صورت نہایت حسین وجمیل پائی تھی ظاہری وجاہت اور رعب کے ساتھ وہ حسن باطنی سے بھی متصف تھے۔ نہایت شجاع، پاک باز، زیرک اور صائب الرائے تھے۔ فیاضی اور جود وسخا انہیں اپنے بلند حوصلہ آباواجداد سے ورثے میں ملی تھی اور وہ عرب کے دریادل لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ شوقِ جہاد کا یہ عالم تھا کہ عہدِ رسالت کے بیشتر غزوات وسرایا میں والہانہ ذوق وشوق سے شریک ہوئے۔

قیس بن سعد کی فیاضی

اربابِ سیر نے سریۂ سیف البحر یا جیش الخبط (رجب ۸ ہجری) اور غزوۂ فتح (رمضان ۸ ہجری) میں ان کی شرکت کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ سیف البحر کی مہم کی قیادت سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی تھی۔ ان کے ساتھ تین سو مہاجرین وانصار تھے جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شامل تھے۔ یہ مہم بنوجہینہ کے علاقے کی طرف (قافلۂ قریش کی دیکھ بھال یا اس کی توجہ منتشر کرنے کے لیے) بھیجی گئی تھی۔ یہ علاقہ مدینۂ منورہ سے پانچ روز کے فاصلے پر ساحلِ سمندر پر واقع تھا اسی لیے اس کو سریۂ سیف البحر کہا گیا ہے (سیف البحر کے معنی ساحل سمندر کے ہیں)۔ جیش الخبط یا سریۂ خبط اس کو اس لیے کہا گیا ہے کہ اس مہم کے دوران میں رسد ختم ہوجانے کی وجہ سے مسلمانوں کو درختوں کے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانے کی نوبت آئی تھی۔ خبط درخت کے پتوں کو کہتے ہیں جو لاٹھی وغیرہ سے جھاڑے جاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مجاہدین نے ساحلِ سمندر پر قیام کیا تو ان کا سامانِ رسد ختم ہوگیا اور وہ درختوں کے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانے پر مجبور ہوگئے۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے تین مرتبہ تین تین اونٹ قرض لے کر ذبح کرائے اور لشکر کے لیے خوراک فراہم کی۔ علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوعبیدہ (امیر لشکر) سے کہا کہ ان کو روکا جائے ورنہ وہ اپنے باپ کا مال اسی طرح صرف کردیں گے چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مزید اونٹ ذبح کرانے سے منع کر دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اسی مہم کے دوران جب پتے کھا کھا کر ہمارے گلے زخمی ہوگئے تو ایک دن سمندر کی موجوں نے ایک بہت بڑا آبی جانور ہماری طرف کنارے پر لا پھینکا جسے عنبر کہتے ہیں۔ (یہ وہیل یا کوئی دوسری بڑی مچھلی تھی) ہم لوگوں نے (جو تعداد میں تین سو تھے) نصف مہینے تک اس کے گوشت پر گزارا کیا اور ہم سب کے سب موٹے تازے ہوگئے۔ اس مچھلی کی جسامت کا یہ حال تھا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی پسلی نصب کرنے کا حکم دیا اور پھر سب سے طویل قامت آدمی (حضرت قیس بن سعد) کو سب سے بلند قامت اونٹ پر سوار کر کے اس کے نیچے سے گزارا وہ بے تکلف گزر گئے اور پسلی ان کے سر سے اونچی رہی۔ ایک دن حضرت ابوعبیدہ نے لوگوں کو اس کی آنکھ کے گڑھے میں بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ اصحاب آسانی سے اس میں بیٹھ گئے۔ مدینہ کو واپس ہوتے ہوئے ہم لوگوں نے بچے ہوئے گوشت کو بطور زادِ راہ ساتھ لے لیا۔ مدینہ پہنچ کر ہم نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے تمہاری شکم پروری کے لیے اسے پیدا فرمادیا اگر اس کا کچھ گوشت ساتھ لائے ہو تو مجھے بھی کھلاؤ۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا اور آپ نے اسے تناول فرمایا۔

حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ سریۂ سیف البحر

سے واپس آکر صحابہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اونٹ ذبح کرانے کا واقعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فیاضی اور سخاوت اس گھرانے کا خاصہ ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ مہم سیف البحر سے واپس آکر حضرت قیس نے اپنے والد گرامی حضرت سعد بن عبادہ کو مسلمانوں کی فاقہ کشی کا حال سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹ ذبح کرائے؟ جواب دیا میں نے ایسا ہی کیا لیکن دوسرے دن مسلمانوں کا پھر وہی حال تھا۔ حضرت سعد نے فرمایا اور اونٹ ذبح کراتے۔ عرض کیا میں نے دوبارہ ایسا ہی کیا لیکن اس کے بعد مسلمان پھر بھوک میں مبتلا ہو گئے فرمایا کہ پھر ذبح کراتے۔ حضرت قیس (بصد حسرت) بولے کہ مجھے روک دیا گیا۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسد الغابہ میں بیان کیا ہے کہ جیش الخبط کے سلسلے میں کسی نے حضرت سعد بن عبادہ کو بتایا کہ حضرت قیس کو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایما پر مزید اونٹ ذبح کرانے سے روکا گیا تھا کیونکہ وہ کہتے تھے کہ وہ اپنے باپ کا مال اسی طرح صرف کردیں گے۔ یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہ فوراً سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ مبارک کے پیچھے کھڑے ہو کر کہا: ابنِ ابی قحافہ اور ابن خطاب کی طرف سے کوئی جواب دے کہ وہ میرے بیٹے کو بخیل بنانا چاہتے ہیں۔

فتح مکہ کے دن اعزاز

رمضان المبارک ۸ ہجری میں حضرت قیس بن سعد کو ان دس ہزار قدوسیوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جو فتح مکہ کے موقع پر رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ حضرت قیس کے والد گرامی حضرت سعد بن عبادہ بارگاہِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں خاص مقام رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا ان کے سپرد کر رکھا تھا وہ یہ علم اٹھائے بڑی شان سے انصار کے آگے آگے چل رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ حضرت عباس ابوسفیان کو ساتھ لیے کھڑے تھے۔ حضرت سعد کی نظر حضرت ابوسفیان (ابوسفیان اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) پر پڑی تو بڑے جوش سے یہ شعر پڑھنے لگے۔

ترجمہ: ''آج کا دن خوں ریزی (سخت لڑائی) کا دن ہے آج کعبہ (حرم) حلال کردیا جائے گا۔'' (یا آج کے دن عزتیں اتاری جائیں گی)

جب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اطلاع دی کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں کہہ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: ''سعد نے غلط کہا آج کعبہ کی عظمت دوبالا ہوگی آج کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔'' اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ میرا جھنڈا سعد سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دیا جائے۔ اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ''یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنا علم قیس کی بجائے کسی دوسرے کے سپرد فرمایئے میں ڈرتا ہوں کہ قریش کے خلاف قیس کا جوش انتقام تازہ نہ ہو جائے۔''

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات مان لی اور جھنڈا حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر دیا۔

مصر کی گورنری

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سیاسی اور عسکری سرگرمیوں کا سراغ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں ملتا ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کے قدر دان تھے۔ وہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کا والی مقرر فرمایا۔ انہوں نے بڑے مدبرانہ انداز سے مصر کا نظام حکومت چلایا لیکن اہلِ کوفہ کو حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارتِ مصر بوجوہ پسند نہیں تھی اس لیے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے مصر کے حالات اس انداز سے پیش کیے کہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امارتِ مصر سے سبک دوش کر دیا اور ان کی جگہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کا والی مقرر کیا۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر سے مدینہ آ گئے لیکن مروان بن الحکم نے ان کی مدینے میں موجودگی کو پسند نہ کیا چنانچہ وہ کوفہ چلے گئے اور ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق وہیں مستقل اقامت اختیار کر لی۔

جرأت و بے باکی

حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پرجوش حامیوں میں تھے۔ جنگ جمل کے بعد جنگِ صفین میں شریک ہوئے اور کئی موقعوں پر فوجِ مرتضوی کی قیادت کی۔ صفین کے بعد

خوارج نے زور باندھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی سرکوبی کے لیے آگے بڑھے اس سلسلے میں نہروان کی خوں ریز جنگ پیش آئی۔اس جنگ میں حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام قبیلے کے ساتھ لشکرِ مرتضوی میں شامل تھے۔لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتمامِ حجت کے لیے خوارج کے پاس بھیجا کہ انہیں سمجھا بجھا کر اپنی روش کو ترک کرنے پر آمادہ کریں۔

دورانِ گفتگو خارجیوں کے سردار عبداللہ بن سنجر نے کہا: ''ہم آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے البتہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی شخص ہوتو اس کی خلافت ہمیں منظور ہوگی۔'' حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''ہم میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب موجود ہیں تم ان کے رتبے کا کوئی آدمی پیش کرو۔'' عبداللہ بن سنجر نے کہا ''ہم میں اس رتبے کی کوئی شخصیت نہیں۔'' حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے'' تو پھر تم جلد اپنی اصلاح کرو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے دلوں میں فتنہ جڑ پکڑ رہا ہے۔''

اس گفتگو کے بعد فریقین میں سخت لڑائی ہوئی جس میں خوارج کو عبرت ناک شکست ہوئی۔۴۰ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شہادت پائی اور سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بھی دست و بازو بن گئے۔سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوائلِ خلافت میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک زبردست لشکر شام سے عراق کی جانب روانہ کیا۔حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی تو وہ پانچ ہزار جنگجوؤں کو ساتھ لے کر شامی لشکر کو روکنے کے لیے انبار پہنچے۔ان جنگجوؤں نے اپنے سر منڈوا رکھے تھے اور موت پر بیعت کی تھی۔شامی لشکر نے انبار کے گرد گھیرا ڈال لیا اسی اثنا میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین معاہدۂ صلح طے پا گیا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجا کہ انبار شامیوں کے حوالے کرکے میرے پاس مدینہ آجاؤ۔

سب کے قرضے معاف کردیے

مدینہ پہنچ کر انہوں نے ہر قسم کی سیاسی سرگرمیوں سے علاحدگی اختیار کرلی اور گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہنے لگے۔۶۰رہجری کے دوران علیل ہوگئے مدینہ کے بہت سے لوگ ان کے مقروض تھے ان میں سے اکثر چونکہ قرض ادا کرنے کی سکت نہ رکھتے تھے اس لیے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پرسہ دینے کے لیے آنے سے شرماتے تھے۔حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان لوگوں کی مجبوری کا علم ہوا تو اعلان کرادیا کہ میں اپنا قرض معاف کرتا ہوں اب کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔

یہ اعلان سن کر سارا شہر ان کی عیادت کے لیے ٹوٹ پڑا۔ حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالا خانے پر تھے لوگوں کا اتنا ہجوم ہوا کہ کوٹھے کا زینہ ٹوٹ گیا۔حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ علالت طول پکڑ گئی اور کچھ عرصے بعد انہوں نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔اپنے پیچھے ایک صاحبزادے چھوڑے جن کا نام عامر تھا انہوں نے اپنے والد سے حدیث روایت کی ہے۔حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار فضلائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوتا ہے اور ان سے مروی کئی احادیث بھی موجود ہیں۔

﴿......﴾

اٹھارہویں فقہی سیمینار کے فیصلے

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

الحمدللہ! مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا اٹھارہواں فقہی سیمینار اپنے مقررہ اوقات (۱۷/۱۸/۱۹/ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۲/۲۳/۲۴/ جنوری ۲۰۱۱ء) میں منعقد ہوا، جس میں علمائے کرام نے کافی تیاری کے ساتھ مناقشات میں حصہ لیا اور تمام پیش آمدہ مسائل کے فیصلے باتفاق رائے ہوگئے، فیصلے یہ ہیں۔

پہلی اور دوسری نشست

۱۷/ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ/ ۲۲ جنوری ۲۰۱۱ء

اینی میشن (Animation) انگریزی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے بے جان کو جان دار کرنا، ساکن و جامد کو متحرک و فعال بنانا۔ کمپیوٹر ٹکنالوجی کی اصطلاح میں اینی میشن کا مطلب: حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ مخلوقات کی ساکن و جامد تصاویر کو اس طرح خود کار اور فعال بنا دینا کہ وہ حقیقی شئے کی طرح حرکت وعمل کرتی ہوئی نظر آنے لگیں۔ تفصیل سوال نامے میں ہے۔

اس موضوع کے تحت خاص سوالات یہ تھے:

(۱) کارٹون شرعی اعتبار سے تصویر ہے یا نہیں؟

(۲) ذی روح کی تصویر بنانے کی حرمت احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ جان دار کی تصویر رکھنے اور دیکھنے، دکھانے، اسی طرح خریدنے، بیچنے کی حرمت کس دلیل سے ثابت ہے؟

(۳) طب وجراحت کی تعلیم کے لیے کارٹونی تصاویر کا استعمال کیسا ہے؟

(۴) اسلامی غزوات اور اسلامی تاریخ وشخصیات سے متعلق اینی میٹڈ تصویری یا کارٹونی پروگرام، فلمیں یا فلیش دیکھنا دکھانا کیسا ہے؟

ان سوالات کے جوابات میں مقالات دیکھنے کے بعد یہ متعین کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ تصویرِ جان دار کی حقیقت کیا ہے؟ اور وہ کارٹون پر صادق آتی ہے یا نہیں؟ پھر ان تصاویر اور کارٹونوں کے احکام کیا ہیں؟ ان امور پر بحث وتمحیص کے بعد باتفاق مندوبین جو فیصلے ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) تصویرِ ذی روح وہ ہے جو جنسِ حیوان کی حکایت ومشابہت پر مشتمل ہو، اس طرح کہ سر اور چہرہ کسی حیوان کا ہو۔ (ماخوذ: کتب حدیث وفقہ ولغت، فتاویٰ رضویہ، ج:۱۰، ص:۵۰، کتاب الحظر والاباحت)

(۲) وہ کارٹون جو جنسِ حیوان کی مشابہت پر مشتمل ہو وہ تصویر ذی روح ہے۔ جو ایسا نہ ہو وہ ذی روح کی تصویر نہیں۔

(۳) ذی روح کی تصویر بنانے کا جو حکم ہے وہی حکم ذی روح کا کارٹون بنانے کا بھی ہے۔ غیر ذی روح کی صورت گری حرام نہیں، اسی طرح غیر ذی روح کا کارٹون بھی حرام نہیں، کیوں کہ اس سے بھی حکایتِ حیات نہیں ہوتی۔

(۴) جان دار کی تصویریں بروجہ اعزاز رکھنا ناجائز ہے، جب کہ رکھنے کی حاجت وضرورت نہ ہو۔ اسی طرح جو تصویریں تفریح نظر کے لیے بنائی اور دکھائی جاتی ہیں، انھیں بالقصد دیکھنے میں بنانے والوں کی اعانت اور مقصد بر آری ہے، اس لیے انھیں قصد وشوق یا اعزاز کے ساتھ دیکھنا بھی جائز نہیں۔

لیکن اگر بر بنائے حاجت تصویر بنی اور اس کا دیکھنا دکھانا بطور حاجت ہوتا ہے تو یہ دیکھنا، دکھانا جائز ہے۔ جیسے تصویروں کا بطور اہانت رکھنا اور دیکھنا جائز ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''عنایہ سے گذرا نحن امرنا باھانتھا، تو ترک اہانت میں ترک حکم ہے۔ اھ''

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب رکھنا، دیکھنا بطورِ

اہانت نہ ہوتو اسے بطور اعزاز مانا جائے گا، ہاں حاجت وضرورت کی صورتیں اس سے الگ ہیں۔

حاجت کا مطلب یہ ہے کہ تصویر نہ ہوتو انسان ضرر اور مشقت میں مبتلا ہو، جیسے شناختی کارڈ، پاسپورٹ، راشن کارڈ کی تصویریں، جن کے بغیر انسان ضرر اور حرج میں مبتلا ہوگا۔ اسی طرح بعض مواقع اور واقعات کی تصویریں نہ ہوں اور ان سے متعلق حکومت یا کورٹ کی تفتیش ہوتو اپنا دفاع مشکل ہوگا اور سخت ضرر ہوگا، یہ بھی درجۂ حاجت میں ہیں، مثلاً یورپ وغیرہ کی بعض مسجدوں میں آلات مصوری اس مقصد سے نصب ہوتے ہیں کہ یہ ثبوت فراہم کیا جا سکے کہ یہاں آنے جانے والے کون تھے اور کوئی حادثہ ہوا تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

آج کل بہت سی عام استعمال کی چیزیں اور دواؤں کے ڈبے وغیرہ جان دار کی تصویروں پر مشتمل ہوتے ہیں، وہ دوکان دار انھیں لیتے اور دوکانوں میں حفاظت سے رکھتے ہیں، پھر خریدار ان سے حاصل کرتے اور اپنے کام میں لاتے ہیں، ان چیزوں کی خرید وفروخت اور استعمال میں تصویروں کا دیکھنا ضمناً اور تبعاً ہوتا ہے اور نظر سے بچنا سخت مشکل ہے، اس لیے ایسی تصویریں دائرۂ ممانعت میں نہ ہوں گی۔

(۵) وہ پروگرام جس میں کارٹونوں کے ذریعہ اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے، یا اسلامی شخصیات کے حقیقی کردار کو مسخ کیا گیا ہے، ایسے پروگرام دیکھنا اور ان کی سی ڈی خریدنا، بیچنا، دیکھنا جائز نہیں۔ بجز اس صورت کے کہ ذمہ دار اہل علم رد کے لیے انھیں دیکھیں۔

(۶) طب وجراحت کی تعلیم میں اب تصاویر لازمی طور پر داخل ہو چکی ہیں اور مسلمان طالب علم کا ان تصویروں کے بغیر اس فن کو حاصل کرنا دشوار ہے، اس لیے طب وجراحت کی تعلیم کے لیے ایسی تصاویر کا استعمال جائز ہے۔

(۷) اسلامی فرائض وواجبات اور اخلاق وآداب کی تعلیم کے نام پر بدمذہبوں نے سی ڈیاں تیار کر رکھی ہیں، جو بہت سی غلط معلومات پر بھی مشتمل ہیں اور ناواقف طلبہ وعوام ان کے ذریعہ مسائل سیکھ رہے ہیں۔ ان سے طلبہ وعوام کو بچانا ہماری ذمہ داری ہے، اس لیے جہاں طلبہ وعوام سے علماے اہل سنت براہ راست رابطہ کر کے انھیں تعلیم نہ دے پاتے ہوں وہاں کم از کم یہ انتظام ہو کہ اپنے علما کے ذریعہ ایسی آسان اور صحیح سی ڈیاں فراہم ہوں جن سے ناواقف لوگ استفادہ کر سکیں۔

مختصر یہ کہ جہاں حاجت متحقق ہو وہاں دینی معلومات کی فراہمی کے لیے ایسی سی ڈیاں تیار کرانا اور استعمال میں لانا جائز ہے، جہاں حاجت نہ ہو وہاں جواز بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

تیسری نشست

۱۸ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ/۲۳ر جنوری ۲۰۱۱ء بروز یک شنبہ صبح

دوسرا موضوع: برقی کتابوں کی خرید وفروخت

برقی کتابوں کا تفصیلی تعارف سوال نامے میں دینے کے بعد چند سوالات قائم کیے گئے تھے، جواب میں ۳۹ر مقالات مجلس شرعی کو موصول ہوئے۔

ایک سوال یہ تھا کہ برقی کتابیں اگر سی ڈی یا ڈی وی ڈی میں محفوظ ہوں تو ان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں تمام مقالہ نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سی ڈی وغیرہ میں محفوظ برقی کتابوں پر مال کی تعریف صادق ہے اور ثمن کے عوض انھیں لینا شرعاً بیع ہے، جو بلاشبہہ جائز و درست ہے۔

سیمینار میں یہ امر زیر بحث آیا کہ وہ مخصوص شعاعیں جو بنام کتاب ناشر کے کمپیوٹر یا ہارڈ ویر میں محفوظ ہیں، خریدار محض کوڈ نمبر معلوم کر کے انھیں اپنے اپنے کمپیوٹر یا ہارڈ ویر میں منتقل کرتا ہے اور ثمن ادا کرتا ہے، یہ بیع ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواز ہے یا نہیں؟

جواب میں اس پر گفتگو ہوئی کہ بیع باہمی رضا مندی سے مال کو مال سے باہم بدلنے کا نام ہے تو شعاعیں مال ہیں یا نہیں؟

اس کے حل کے لیے یہ تنقیح ضروری تھی کہ مال کی تعریف کیا ہے؟ پھر وہ تعریف ان شعاعوں پر صادق ہے یا نہیں؟ اس کے تحت مال کی درج ذیل تعریف وتنقیح پر مندوبین کا اتفاق ہوا۔

مال کی تعریف: مال وہ عین ہے جس کی طرف طبائع میل کریں اور وقتِ حاجت کے لیے جمع کر کے رکھا جائے۔

اس تعریف میں مال کے ''عین'' ہونے کی قید اتفاقی نہیں بلکہ احترازی ہے، یہی ظاہر الروایہ ہے اور شارحین کتب مذہب نے اپنی شرحوں میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

''المال عین یمکن احرازها و امساكها''۔

(فتح القدیر ۶/۳۹۳، باب البیع الفاسد)

مجمع الانہر میں ہے:

"والمراد بالمال عین یجری فیه التنافس و الابتذال"۔(ج۳،ص۴)

شروح وفتاویٰ میں بیع کی جو چار بنیادی قسمیں بیان کی گئی ہیں وہ بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ مال میں "عین" کی قید احترازی ہے۔

ہدایہ و عالم گیری میں ہے:

"و اما انواعه فبالنظر الی البیع اربعة: بیع العین بالعین و هی المقایضة و بیع الدین بالدین و هو الصرف و بیع الدین بالعین وهو السلم و عکسه وهو بیع العین بالدین کاکثر البیاعات. هکذا فی البحر الرائق" ۔(عالم گیری ج:۳،ص:۳۔الباب الاول من کتاب البیوع)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اصل کلی یہ ہے کہ جس طرح عقد بیع، اعیان پر وارد ہوتا ہے یوں ہی اجارہ ایک عقد ہے کہ خاص منافع پر ورود پاتا ہے"۔

(ج:۸،ص:۱۸۷، رسالہ اجود القری لطالب الصحۃ فی اجارۃ القری)

جامع الرموز میں محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ کی تعریف نادر الروایہ "المال: ما ملکته من کل شیء" سے اعراض کے بھی مال ہونے کا جو ثبوت فراہم ہوتا تھا اس کے متعلق علامہ قہستانی نے یہ تعریف ذکر کرنے کے بعد صراحت فرمادی ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ کتب اصول کی رو سے اعراض مال نہیں۔

فرماتے ہیں: "و التحقیق علی ما فی الاصول انها لیست بمال فانه ما یدخر لوقت الحاجة"۔

(جامع الرموز المعروف بقہستانی ج:۲،ص:۲)

اب یہ دیکھنا تھا کہ مخصوص شعاعوں پر مال کی یہ تعریف صادق ہے یا نہیں؟

جواب میں جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا کہ شعاعیں چھوٹے چھوٹے ذرات سے مرکب جسم ہیں اور جمع، ذخیرہ اندوزی، منتقلی، تصرف وتبدیل وغیرہ خواص جسم کی قابل وحامل ہیں۔ اس لیے یہ بلاشبہہ مال ہیں اور ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔

کتاب "بجلی کی کہانی" میں ہے:

تھامسن (۱۸۵۶ء-۱۹۴۰ء) نے دیکھا کہ جب کسی خالی نلکی (جس میں ہوا بھی نہ ہو) کے دونوں سِروں کے درمیان بہت زیادہ وولٹیج لگایا جاتا ہے تو اس کی کیتھوڈ سے روشنی کی ایک لہر اٹھتی ہے جس سے پوری نلکی منور ہو جاتی ہے اور یہ کیتھوڈ شعاعیں برقی اور مقناطیسی قطعوں سے اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ شعاع برقی ہے لیکن نلکی تو بالکل خالی تھی۔ اس نلکی کو "کروکس ٹیوب" (Crookes Tube) کہا جاتا ہے۔

کیا بجلی خلا میں سفر کر سکتی ہے؟

۳۰/اپریل ۱۸۷۹ء کو جب تھامسن اس نلکی کو غور سے دیکھ رہے تھے تو اچانک ان کے تمام شبہات دور ہو گئے۔ انہیں یقین تھا کہ یہ شعاع برقی ہے اور اس میں لاتعداد برقی ذرات موجود ہیں۔ کیتھوڈ سے نکل کر یہ نلکی کے دوسرے سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور نلکی کو منور کر دیتے ہیں۔ تھامسن نے مانا کہ جب کسی دھاتی تار سے برقی رو گزرتی ہے تو یہی ذرات اس تار میں بہتے ہیں۔

اب سوال یہ تھا کہ ذرات آتے کہاں سے ہیں؟ ان کی اصلی فطرت کیا ہے؟ یہ خالی نلکی سے تو پیدا نہیں ہو سکتے، تو پھر یہ آئے کہاں سے؟ کیا یہ مادے کے ایٹموں سے نکلے ہیں؟ اسی کش مکش میں انہوں نے تجربہ گاہ میں چہل قدمی شروع کر دی۔ اگر ان کا خیال صحیح ہے تو ان کی یہ ایجاد صدیوں سے چلی آ رہی لوگوں کی اس غلط فہمی کو دور کر دے گی کہ ایٹم غیر منقسم ہوتے ہیں۔ اگر یہ ذرات واقعی مادّے کے ایٹموں سے خارج ہوئے ہیں تو کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ ایٹم اور بھی چھوٹے چھوٹے ذرات سے مل کر بنا ہوتا ہے؟ تھامسن یہ جان گئے کہ انہوں نے ایک عظیم اور اہم ایجاد کر لی ہے۔ کیتھوڈ شعاع پر برقی اور مقناطیسی قطعوں کے اثر کا مشاہدہ کر کے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شعاع کے ان ذرات پر منفی چارج ہے۔

اس سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہر مادّے کے ایٹم منفی برقی ذرات سے بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ان ذرات کو الیکٹرانس (Electrons) کا نام دیا۔

تھامسن نے یہ خیال بھی پیش کیا کہ ایٹم سے یہ ذرات بہ آسانی الگ کیے جا سکتے ہیں۔ اسی خیال کی بنیاد پر برقی سائنس کی بہت سی مشکلات حل ہو سکیں اور بہت سے سوالوں کا جواب مل گیا۔ مادّے

رگڑے جانے سے برقیا کیوں جاتے ہیں؟اور جب کسی تار کے دونوں سروں کے درمیان ایک وولٹیج لگایا جاتا ہے تو اس سے برقی رو کیوں بہنے لگتی ہے؟

تھامسن کے نظریے نے ان سبھی سوالوں کا تسلی بخش جواب دیا۔

اسٹیفن گرے نے ایک مرتبہ اپنے دوست ویلر سے کہا تھا ''گرینول'' مجھے اکثر یہ خیال آتا ہے کہ اگر ایک مرتبہ ہم بجلی کی صحیح فطرت جان جائیں تو اس پوری کائنات کا راز خود بخود فاش ہو جائے گا۔

ماڈے کے بارے میں جیسے جیسے ہماری جانکاری بڑھتی جارہی ہے ویسے ویسے ہماری سمجھ میں آرہا ہے کہ اسٹیفن گرے غلط نہیں تھے۔ ایٹموں کی دنیا درحقیقت بجلی کی دنیا ہے۔اس لیے ایٹم کی صحیح فطرت کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم بجلی کے بارے میں جانیں۔

میکسویل ایک عظیم ریاضی داں تھے۔انہوں نے ریاضی کی مدد سے یہ واضح کیا کہ کم یا زیادہ ہونے والی شدت کے برقی قطعہ کے چاروں طرف ایک مقناطیسی قطعہ پیدا ہوجاتا ہے۔یہی نہیں انہوں نے ریاضی کے فارمولے کے ذریعے یہ ثابت کر دکھایا کہ جب کبھی برقی اور مقناطیسی قطعہ میں تبدیلی آتی ہے تو اس کا اثر لہروں کی شکل میں پھیلتا ہے۔یہ لہریں بے تار کی لہریں کہلاتی ہیں۔

جب میکسویل نے اپنے سادہ آلے سے بن تاروں کے لہروں کے وجود کو ثابت کیا تو انہوں نے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ ان کا تجربہ ترسیل کی دنیا میں کراماتی سدھار لائے گا۔

میکسویل کے انتقال کے دس سال بعد ایک جرمن سائنس داں ہینرش ہرٹز (۱۸۵۷ء-۱۸۹۴ء) نے ان کے نظریے کی تصدیق کی۔

اس کہانی کے اگلے باب کے ہیرو جگدیش چندر بوس نے ثابت کر دیا کہ غیر مرئی برقی لہریں اور مرئی روشنی کی لہریں دونوں یکساں ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔۱۸۹۵ء میں انہوں نے ایک مقالہ ایشیاٹک سوسائٹی میں پڑھا جو اسی موضوع پر تھا۔غیر مرئی برقی لہروں کی تحقیقات کے دوران انہیں خیال آیا کہ برقی مقناطیسی لہروں کے ذریعے خلا میں پیغامات بھیجے جاسکتے ہیں۔یہ غیر مرئی روشنی کسی بھی اینٹ، پتھر اور یہاں تک کہ عمارت کے بھی پار جاسکتی ہے، اس لیے ان لہروں کے ذریعہ بغیر کسی تار کے ہی پیغام بھیجا جاسکتا ہے۔

(بجلی کی کہانی، ص:۶۹ تا ۷۵ کے اقتباسات)

کتاب ''ایجادات کی کہانی'' میں ہے:

''میکس ویل کے خیال میں روشنی، گرمی، بجلی اور مقناطیسی اثرات کی لہروں کی شکل میں چلتی ہیں۔یہ لہریں سمندر کی لہروں کی طرح مختلف جسامت کی ہوتی ہیں۔کچھ بہت تیزی سے قریب قریب چلتی ہیں اور کچھ دور دور چلتی ہیں۔میکسویل نے یہ خیال ظاہر کیا کہ بجلی کی مقناطیسی لہریں اسی طرح چلتی ہیں۔یہ روشنی کی رفتار پر چلتی ہیں جو کہ ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ ہوتی ہے۔اس نظریہ کے عملی نتائج بہت معنی خیز اور دل چسپ تھے مگر دشواری یہ تھی کہ ان لہروں کو معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا۔اس کے لیے ایک ایسے آلے کی ضرورت تھی جس سے انہیں روک لیا جائے۔میکسویل کے اس نظریہ پر ہرٹز نے تحقیقات شروع کیں اور خود تجربے کر کے ان لہروں کو معلوم کیا اور اس طرح میکسویل کے نظریہ کو صحیح قرار دیا۔(ص:۶۲)

کتاب ''بائیوگیس پلانٹ'' میں ہے:

''زمین کو سورج سے جو لامحدود توانائی سیدھے یا غیر سیدھے طریقہ سے ملتی ہے وہ زمین پر حیوانات ونباتات کی زندگی اور فروغ کے لیے ذمہ دار ہے۔سورج لگاتار اپنے اندرونی نیوکلیئر فیوزن (Nuclear Fusion) کے عمل سے ۳۸۰ ملین میگا واٹس (380 Million Mega Watts) توانائی خارج کرتا ہے، جس سے اس کا وزن چار ملین ٹن فی سیکنڈ (4 Million Tonnes Per Second) کم ہوتا رہتا ہے۔

(ص:۲۸، توانائی کے ذرائع)

درج بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ برقی شعاعوں میں جسامت بھی ہوتی ہے اور شمسی شعاعوں کے نکلنے سے سورج کا وزن کم بھی ہوتا ہے اور یہ دونوں امور بلاشبہہ عین اور ماڈہ کے اوصاف ہیں۔

چوتھی نشست

۱۸ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ/۲۳ جنوری ۲۰۱۱ء بروز یک شنبہ شام

تیسرا موضوع:

زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال

اس موضوع سے متعلق سوال یہ تھا کہ:

(۱) کتابت یا کمپوزنگ میں اسماے جلالت، اسماے رسالت اور قرآنی آیات کو اس طرح لکھا جاتا ہے کہ گنبد، مینار یا محراب کی شکل بن

جاتی ہے، بغور دیکھنے اور پڑھنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات، یا اسماے مقدسہ ہیں اور کبھی یہ بآسانی ظاہر ہوتا ہے، ساتھ ہی گنبد و محراب کی شکل بھی معلوم ہوتی ہے۔

(۲) کبھی ان کلمات و آیات کو اس طرح سیٹ کرتے ہیں کہ پھلوں، پھولوں یا پتوں کی شکل بن جاتی ہے۔

(۳) کبھی اس طرح کتابت یا کمپوزنگ ہوتی ہے کہ کسی جان دار کی شکل بن جاتی ہے۔

(۴) شادی یا کسی اور تقریب کے موقع پر رنگ برنگ کے جلتے بجھتے قمقموں اور بلبوں کو اس طرح سیٹ کیا جاتا ہے کہ لکھی ہوئی قرآنی آیات یا کلمۂ طیبہ یا تسمیہ وغیرہ کی صورت بن جاتی ہے، یہ صورت دائیں بائیں چلتی، پھیلتی، سکڑتی، غائب ہوتی، ظاہر ہوتی نظر آتی ہے، ایسا آرائش و زیبائش کے لیے کیا جاتا ہے، اس طرح کی نمائش کمپیوٹر کے ذریعہ بھی ہوتی ہے۔

ان سوالات کے جوابات میں جو امور طے ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) قرآنی آیات، اسم جلالت، اسم رسالت یا متفرق کلماتِ قرآنی، یا غیر قرآنی کو اس طرح بنانا کہ کسی جان دار کی تصویر بن جائے، یہ جان دار کی صورت گری کی وجہ سے حرام و ناجائز ہے۔ مزید برآں شئ معظم کا استخفاف بھی ہے۔

(۲) قرآنی آیات کو غیر ذی روح اشیا کی شکل میں اس طرح بنانا کہ رسم عثمانی کی مخالفت یا کسی حرف کی تقدیم و تاخیر ہو، یا کچھ غیر قرآنی حروف و اشکال کی ملاوٹ ہو، یہ بھی ناجائز ہے۔

(۳) بہت سے نمونے بغور دیکھنے کے بعد یہی ظاہر ہوا کہ تزیین و آرائش کے طور پر بنی ہوئی شکلوں میں رسم عثمانی کی موافقت بھی نہیں رہتی، بعض حروف کی تقدیم و تاخیر، یا بعض حروف و اشکال کا اضافہ ہو جاتا ہے، اس لیے یہ فرض کرنا کہ کوئی تمام امور کی رعایت برقرار رکھتے ہوئے گنبد و محراب کی شکل بنائے، محض ایک مفروضہ ہوگا، اس لیے اس کی اجازت دینے کا معنی محض ایک فرضی اور خیالی چیز کی اجازت ہے۔

علاوہ ازیں قرآنی آیات کی کتابت کا مقصد یہ ہے کہ انھیں بآسانی پڑھ کر ان میں جو حکمت و موعظت ہے، اس سے درس حاصل کیا جائے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ قرآنی آیات کو صاف واضح خط میں اصول کتابت اور رسم قرآنی کی پابندی کے ساتھ لکھا جائے، نہ یہ کہ پڑھنا اور سمجھنا دشوار بنانے کے ساتھ کسی پھل، یا عمارت، یا گنبد و محراب کا تصور پیدا کیا جائے، اس لیے بھی اس کی اجازت نہیں۔

اور اگر کسی حقیر اور بے وقعت چیز کی شکل دی گئی تو اس میں ایک وجہِ ممانعت مزید ہوگی۔ یعنی آیاتِ معظّمہ یا کلمات معظّمہ کو بشکل حقیر دکھانا۔

(۴) شادیوں میں قرآنی آیات، مقدس اسما و کلمات جو جلتے بجھتے قمقموں کے ذریعہ اس طرح سیٹ کرنا کہ کلمات دائیں بائیں چلتے، پھیلتے سکڑتے، ٹھہرتے، اچانک غائب، ظاہر ہوتے نظر آئیں اور کلمات کے رقص کا سماں پیدا ہو، یہ ناجائز و حرام ہے۔

اور اگر ایسی صورت نہ ہو، ایک حالت پر ساکن رکھا جائے تو بھی محض آرائش کے لیے ان کلمات معظّمہ کا استعمال ان کی عظمت کے خلاف اور ناجائز و گناہ ہے۔ اور قرآنی آیات میں بے وضو چھونا، شادی کے قبل و بعد ایسی جھالروں کو بے وقعتی سے رکھنا وغیرہ مفاسد بھی پائے جاتے ہیں اور رسم قرآنی کی پوری موافقت بھی عموماً نہیں ہوتی، یہ سب الگ اسباب حرمت ہیں۔ اس تفصیل سے کمپیوٹر میں ایسے کلمات و نقوش کو بے جا حرکتوں کے ساتھ دکھانے کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر ایک حالت پر صحیح کتابت میں کمپیوٹر کے اندر دکھایا جائے تو حرج نہیں۔

(۵) اگر محفل مسلمین اور محفل کفار میں امتیاز کے لیے قمقموں کے ذریعہ کچھ غیر قرآنی کلمات دکھائے جائیں مثلاً ''خوش آمدید، مرحبا، اہلاً وسہلاً، شادی مبارک'' تو بنظر امتیاز اس کا جواز ہے۔ واضح رہے کہ عربی حروف بھی معظم اور خدا کی طرف سے نازل شدہ ہیں، اس لیے ان کا بھی ادب ملحوظ رکھنے کا حکم ہے۔

(۶) اسی طرح اگر کوئی شخص کلمۂ طیبہ یا تسمیہ لکڑی وغیرہ کے بورڈ پر صحیح انداز میں قمقموں کے ذریعہ سیٹ کر کے اپنے کمرے یا دوکان میں برکت کے لیے رکھے اور نامناسب حرکتوں کے بغیر انہیں روشن کرے تو بنظر تبرک اس کے لیے بھی جواز کا حکم ہے۔

(۷) آیات قرآنیہ اور اسماے مبارکہ کو خوش خط لکھ کر خیر و برکت کے لیے گھر میں ادب و تعظیم کی جگہ رکھنا جائز ہے۔

(۸) سیب وغیرہ طیب و طاہر پھلوں اور کھانے کی چیزوں پر لکھ کر علاج کے لیے انہیں تناول کیا جائے، یہ بھی جائز ہے۔

(۹) یا خاص علامت وغیرہ کے لیے اس کی حاجت ہو جیسے

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقے کے اونٹوں کی ران پر "حبیس فی سبیل اللّٰہ" لکھوانا یا درہم و دینار پر اسماے معظّمہ لکھنا وغیرہ یہ بھی صورت جواز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم

پانچویں، چھٹی نشست

۱۹؍صفر المظفر ۱۴۳۲ھ/۲۴ جنوری ۲۰۱۱ء بروز دوشنبہ

چوتھا موضوع: انٹرنیٹ کے شرعی حدود

اس موضوع کے تحت درج ذیل سوالات سامنے آئے جن پر مندوبین نے مقالات لکھے، پھر بحثیں ہوئیں اور فیصلے کیے گئے۔

سوالات:

(۱) انٹرنیٹ پر اچھا، برا، مفید اور مضر سب کچھ ہے تو شرعاً انٹرنیٹ کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟ بصورت جواز انٹرنیٹ پر پھیلی برائیوں سے بچنے کی تدابیر کیا ہوں گی؟

(۲) اسلام مخالف مواد بھی انٹرنیٹ پر بکثرت ہیں، اسلام و سنیت کے خلاف اعتراضات کا جواب دینے کے لیے دوسروں کی ویب سائٹس وزٹ کرنا ہوتی ہے جب کہ بہت سی ویب سائٹس پر جانداروں کی تصاویر ہوتی ہیں تو کیا ان ویب سائٹس کا وزٹ کرنا جائز ہے؟ وزٹ نہ کرنے کی صورت میں یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ ان ویب سائٹس پر اسلام مخالف کیا ہے اور نہ جاننے کی صورت میں جواب دینا بھی ممکن نہ ہوگا؟

(۳) انٹرنیٹ کا ایک آپشن ویڈیو کانفرنسنگ بھی ہے، اس میں باہم رابطہ کرنے والوں کی تصاویر مکمل نقل وحرکت سے نظر آتی ہیں، مختلف ممالک میں بیٹھ کر علما اور دانش ور کسی موضوع پر تبادلۂ خیالات کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اسی طرح ہم کلام ہوتے ہیں جس طرح ایک مجلس میں بیٹھ کر مباحثہ اور تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ ان صورتوں میں انٹرنیٹ پر نقل وحرکت کرتی ہوئی تصویریں نظر آتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ جائز ہے یا نہیں؟

جوابات:

(۱) سوال (۱) کے جواب میں یہ طے ہوا کہ انٹرنیٹ بذات خود ایک آلہ ہے، جو استعمال کرنے والے کے لحاظ سے جائز، ناجائز کوئی بھی کام انجام دے سکتا ہے۔ اگر اس کا استعمال جائز امور کے لیے کسی محظور شرعی کی آمیزش کے بغیر ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ بہت سی اخلاقی برائیاں بھی پھیلائی جا رہی ہیں جن سے نئی نسل خصوصاً بچوں اور نا جوانوں کو بچانا ضروری ہے، اس کی ممکنہ تدابیر عمل میں لائی جائیں اور اپنے تمام متعلقین کو مناسب ذرائع سے جائز و مفید کاموں میں لگایا جائے۔

(۲) سوال (۲) کے جواب میں یہ طے ہوا کہ اسلام وسنیت کے خلاف جو کثیر مواد انٹرنیٹ کے ذریعہ پھیلایا جا رہا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے زیادہ موثر انداز میں انٹرنیٹ کے ذریعہ اسلام و سنیت کی اشاعت وحمایت میں جواب دیا جائے۔

بلکہ کچھ لائق افراد کو انٹرنیٹ ٹکنالوجی کا ماہر بنایا جائے اور انہیں اشاعت حق و جواب اہل باطل کے کام پر مامور کیا جائے اور ان کے مصارف بھی برداشت کیے جائیں، تا کہ موجودہ حالات کے مطابق ارشاد ربانی "**واعدوا لھم ماستطعتم من قوۃ**" کی ذمہ داری سے ہم عہدہ برآ ہو سکیں۔

(۳) سوال (۳) کے جواب میں طے پایا:

(۱) اکثر شرکاے سیمینار ویڈیو کانفرنسنگ میں نظر آنے والے ذی روح کے منظر کو محفوظ ہونے سے قبل عکس کے حکم میں مانتے ہیں، ان کے نزدیک یہ ویڈیو کانفرنسنگ مباح امور سے متعلق جائز ہے۔

(۲) کچھ شرکاے سیمینار نظر آنے والے ذی روح کے منظر محفوظ ہونے سے قبل بھی تصویر مانتے ہیں، ان کے نزدیک بلا حاجت شرعیہ ویڈیو کانفرنسنگ ناجائز ہے۔

(۳) محفوظ ہونے کے بعد ذی روح کا منظر سب کے نزدیک تصویر ہے اور ہر دو طبقہ کے نزدیک بلا حاجت شرعیہ یہ ویڈیو کانفرنسنگ ناجائز ہے۔

(۴) حاجت شرعی ہو تو ہر طبقہ بہر صورت ویڈیو کانفرنسنگ جائز سمجھتا ہے۔

(۵) کچھ مواقع حاجت یہ ہیں، جو ان کے اہل کے لیے جائز ہیں۔

(الف) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مواد پر مشتمل ویب سائٹس وغیرہ کی تحقیق۔ (ب) اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جواب دینا اور دفاع کرنا۔ (ج) دعوت وتبلیغ اسلام وسنیت کا فریضہ انجام دینا۔ **و اللّٰہ تعالیٰ اعلم**

☆☆☆

تم پر تمہارے پڑوسی کا بھی حق ہے

پیش کش: رؤف احمد رئیس احمد

مومن ایمان سے فیضیاب ہوکر جس جگہ بیٹھتا ہے، اس کا بیٹھنا اس شجرۂ طیبہ کے مانند ہوتا ہے جس کی جڑیں پاتال میں اتری ہوئی اور شاخیں فضا میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس کے خنک سائے میں خلقِ خدا پناہ لیتی ہے اور اس کے پھلوں اور پھولوں سے لوگ بہرہ یاب اور شادکام ہوتے ہیں۔ قرآن میں اس کی تعریف ''اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء'' (ابراہیم:۲۴) جس کی جڑ زمین میں اتری ہوئی ہے اور جس کی شاخیں فضا میں پھیلی ہوئی ہیں' کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ وہ ٹھونٹھ درخت کے مانند نہیں ہوتا جس میں نہ سایہ ہو نہ پھل ،صرف بار زمین بن کر رہ گیا ہو اور نہ اس درخت کے مانند جو اپنے اردگرد زمین کی ساری صلاحیتیں ہضم کر کے موٹا تو ہو جائے لیکن نہ اس کا سایہ خوش گوار ہو نہ اس کا پھل۔

ایک مومن کا فیض جس ترتیب وتدریج کے ساتھ اس کے ماحول میں بڑھتا اور پھیلتا ہے اس پر سورۂ نسا کی اس آیت سے نہایت عمدہ طریقے پر روشنی ڈالی گئی ہے:

(ترجمہ) اور اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین ،قرابت مند ،یتیم ،مسکین ،قرابت دار پڑوسی ،بے گانہ پڑوسی ،ہم نشین ،مسافر اور اپنے مملوک کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اللہ اترانے اور بڑائی مارنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (النساء:۳۶)

اس آیت پر تدبر کیجیے تو بہت سی حقیقتیں سامنے آئیں گی ،جن سے واضح ہوگا کہ ایک مومن کی زندگی پر اس کا ایمان کس نوعیت سے اثر انداز ہوتا اور درجہ بدرجہ کس طرح اس کو اردگرد کے لوگوں کے ساتھ حقوق اور فرائض کی لڑیوں میں پروتا چلا جاتا ہے۔

پہلی بات تو اس سے یہ سامنے آتی ہے کہ مومن پر سب سے بڑا حق اس کے رب کا ہے جو اس کا خالق اور تمام مادی وروحانی نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ حق بندگی ،عبادت اور اطاعت کا ہے اور اس کی لازمی شرط یہ بتائی گئی ہے کہ یہ کامل اخلاص کے ساتھ ہو اس میں کسی دوسری ذات یا کسی شئے کو شریک نہ کیا جائے۔

دوسری حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد بندے پر سب سے بڑا حق اس کے والدین کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی پیدائش و پرورش میں جس نوعیت کا دخل ان کو ہے ،خدمت تک محدود ہے خدا کے حق عبادت میں وہ شریک نہیں کیے جاسکتے ،بل کہ ان کو یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ اولاد کو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی تعمیل سے روک سکیں۔

تیسری حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ والدین کے بعد قرابت داروں کا حق ہے خواہ وہ پدری رشتے سے قرابت دار ہوں یا مادری رشتے سے۔ یہ بھی حسنِ سلوک ،محبت اور صلۂ رحم کے حقدار ہیں۔

چوتھی نہایت دقیق حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ قرابت داروں کے بعد اس احسان میں یتامیٰ اور مساکین بھی شامل ہیں۔ ان کا ذکر اس طرح آیت میں آیا ہے گویا یہ بھی قرابت داروں کے زمرے میں شامل ہیں جس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اسلامی معاشرے میں یتامیٰ اور مساکین کو ہر آدمی اس نگاہ سے دیکھے گویا وہ اس کے عزیز ورشتہ دار ہیں اور اسی جذبے سے ان کی خدمت اور سرپرستی کرے۔ خاص طور پر یتامیٰ سے متعلق تو یہ تصریح بھی قرآن میں آئی ہے کہ ان کے ساتھ صرف احسان کا نہیں ،بلکہ اکرام کا سلوک کیا جائے یعنی وہ کس مپرسی کی زندگی کے بجائے اسلامی معاشرے میں سب کی آنکھوں کے تارے بن کر زندگی گزاریں اور ان کے حقوق کی حفاظت کے لیے سب بے دار اور چوکنے رہیں۔

آیت کے آخر میں پڑوسی کا ذکر آیا ہے اور یہ ذکر اس طرح آیا ہے کہ آدمی سب سے پہلے قرآن کی آیت ہی سے یہ جانتا ہے کہ پڑوسی کا مفہوم کتنا وسیع ہے۔ جن لوگوں نے مذاہب اور معاشرتی اخلاقیات کا مطالعہ کیا ہے وہ کوشش کے بعد بھی یہ سراغ نہیں دے سکتے کہ قرآن سے پہلے کسی مذہب نے بھی پڑوسی کا یہ تصور دیا ہو۔ چوں کہ یہ مسئلہ معاشرتی پہلو سے غایت درجہ اہمیت رکھنے والا ہے ،لوگ اس کو اچھی

طرح سمجھ لیں اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہم دیکھیں گے کہ ہمارا یہی معاشرہ، جس کے ہر گوشے میں جنگل کا قانون کارفرما ہے، جنت کے معاشرے کی مثال بن گیا ہے اس وجہ سے ہم اس پر کسی قدر تفصیل سے بحث کریں گے۔

پڑوسی کی تین قسمیں

عام طور پر لوگ صرف یہ جانتے ہیں کہ جس کا مکان ان کے مکان سے متصل اور جس کا دروازہ ان کے دروازے کے سامنے ہو وہ پڑوسی ہے۔ حالاں کہ یہ پڑوسی کی صرف ایک قسم ہے۔ قرآن مجید نے تین قسم کے لوگوں کو آپ کے پڑوسی کا درجہ دیا ہے۔

پہلی قسم کا پڑوسی

ایک پڑوسی وہ ہے جو آپ کا پڑوسی بھی ہے اور قرابت دار بھی۔ قرآن نے اس کو ''جار ذی القربیٰ'' سے تعبیر کیا ہے۔ اس کا ذکر سب سے پہلے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ آپ کی ہمدردی اور مدد کا دوسرے پڑوسیوں سے زیادہ حق دار ہے۔ قرآن کے دوسرے مقامات میں یہ تصریح بھی ہے کہ اگر اس کے خلاف دل میں کسی سبب سے کچھ کدورت بھی ہو جب بھی اس کو نظر انداز کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس طرح کے قرابت دار کے لیے جو انفاق کیا جائے گا اس کا اجر زیادہ ملے گا۔

یہ نکتہ بھی یہاں ملحوظ رہے کہ قرآن نے یہ حقوق جو بیان فرمائے ہیں، ان میں ترتیب ''الاقدم فالاقدم'' کی ہے اور اس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس کو ملحوظ نہ رکھے بلکہ اپنی خواہشوں کی پاس داری میں اس کو الٹ پلٹ دے تو اندیشہ ہے کہ وہ اپنے انفاق سے کچھ اجر کمانے کے بجائے اس کو بالکل ضائع کر بیٹھے۔ فرض کیجیے کہ ایک شخص کو اپنے والدین کے حقوق کا تو کچھ خیال نہیں ہے لیکن وہ اپنے پڑوسیوں کی لڑکیوں کے جہیز تیار کرانے میں بڑا فیاض ہے یا اپنے قرابت دار پڑوسی سے تو بے پروا ہے لیکن دوسروں کی حمایت وہم دردی میں بڑا سرگرم ہے تو گو اس کے یہ کام نیکی اور بھلائی کے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی ترتیب کو بدل دینے کے سبب سے اپنا اجر کھو بیٹھے گا۔

دوسری قسم کا پڑوسی

دوسرا پڑوسی وہ ہے جو اگر چہ آپ کا قرابت دار تو نہیں ہے، لیکن پڑوسی ہے۔ قرآن نے اس کو ''الجار الجنب'' (اجنبی پڑوسی) سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اجنبیت رشتے اور قرابت نہ ہونے کے سبب سے بھی ہو سکتی ہے اور دینی اشتراک نہ ہونے کے باعث بھی۔ فرض کیجیے وہ کوئی ہندو، عیسائی یا پارسی ہے اور آپ مسلمان ہیں۔ اس اجنبیت کے باوجود وہ آپ کا پڑوسی قرار پائے گا اور از روئے قرآن آپ کا فرض ہوگا کہ آپ اس کے حقوقِ جار کا احترام ملحوظ رکھیں۔ بعض صورتوں میں دین اور قرابت کی بنیاد پر کسی کو ترجیح وتقدیم تو حاصل ہو سکتی ہے، یہ ایک فطری اور عقلی بات ہے لیکن یہ ترجیح وتقدیم دوسروں کے واجبی حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ہوگی ان کو نظر انداز کر کے نہیں ہوگی۔

تیسری قسم کا پڑوسی

تیسری قسم کا پڑوسی وہ ہے جو عام مفہوم میں تو پڑوسی نہیں ہے، لیکن ریل میں، بس میں، ہوائی جہاز میں، ہوسٹل میں، ہوٹل میں، مجلس میں، مسجد میں، مدرسے میں اور عارضی وقتی طور پر آپ کا ہم نشیں یا ساتھی بن گیا ہے۔ قرآن نے اس کو ''الصاحب بالجنب'' (ہم نشیں) سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس کے لیے بھی اسی طرح کا احسان اور حسنِ سلوک کی ہدایت فرمائی ہے جس طرح مذکورہ بالا قسم کے پڑوسیوں کے لیے فرمائی ہے۔ حالات اور مواقع کے لحاظ سے حسن سلوک اور ہم دردی کی صورتیں مختلف ہو جائیں گی لیکن بہر حال آپ پر واجب ہوگا کہ آپ ہر جگہ اس کے لیے ایک شریف، کریم النفس اور قابلِ اعتماد ساتھی ثابت ہوں اور یہ چیز صرف ایک اخلاقی فضیلت کی حیثیت سے مطلوب نہیں ہے بلکہ آپ دیکھیں گے کہ یہ ایمان کا بدیہی تقاضا ہے۔

پڑوسی کے حقوق کی اہمیت

اب آیئے دیکھیے کہ پڑوسی کے حقوق کی اہمیت پر نبیِ پاک صلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح زور دیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سامنے رکھیے جس کی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی ہے، فرماتی ہیں:

عن عائشة ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: مازال جبرئيل يوصيني بالجار حتىٰ ظننت انه سيورثه. (۱)

(حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے پڑوسی کے باب میں نصیحت کرنی شروع کی تو

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اب وہ اس کو (پڑوسی کو) وراثت میں حصے دار بنادیں گے۔)

پڑوسی کے حقوق کی عظمت واہمیت کی اس سے زیادہ دل نشیں تعبیر نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چند وہ رحمی اور صلبی قرابت داروں کی طرح وراثت میں تو حصے دار نہیں بنایا گیا ہے لیکن اس کے حقوق کی اہمیت کے اعتبار سے اس کو یکے ازاں جملہ سمجھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ احسان واکرام کا جو حکم دیا گیا ہے اس کو محض ایک فضیلت اور نیکی نہیں خیال کرنا چاہیے بلکہ ایک حق واجب کی طرح ادا کرنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑوسی سے متعلق حقوق وفرائض کی وضاحت مثبت اور منفی دونوں ہی پہلوؤں سے فرمائی ہے۔ یعنی یہ بھی بتایا ہے کہ اپنے آپ کو ایک اچھا پڑوسی ثابت کرنے کے لیے ایک مومن کو اپنے پڑوسی کے ساتھ یہ رویہ اختیار کرنا چاہیے اور یہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح کی باتوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ ان سب باتوں کی تفصیل میں طوالت ہوگی۔ اس وجہ سے ہم تفصیل میں جانے کے بجائے دو اصولی باتیں عرض کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کی روشنی میں ہر طالبِ خیر خود تفصیل کو سمجھ لے گا۔

مثبت پہلو سے اصولی ہدایت

مثبت پہلو سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ہدایت دی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جس کا معاملہ اپنے پڑوسی کے ساتھ بہترین ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خیر الاصحاب عند الله خیرهم لصاحبه وخیر الجیران عند الله خیرهم لجاره.(۲)

(انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہترین رہا ہے اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہترین ہے۔)

مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے بہترین ساتھی یا بہترین پڑوسی ہونے کا فیصلہ اس کے تعلقات اور روابط سے الگ کر کے نہیں ہوسکتا بلکہ لازم ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ زندگی کے مختلف مراحل میں وہ جن کا ساتھی اور پڑوسی رہا ہے ان کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا رہا ہے اور اس کے باب میں ان کی شہادت کیا رہی ہے یا کیا ہے؟ اگر اس اعتبار سے اس کا ریکارڈ اچھا ہے تو لاریب وہ بہترین ساتھی اور بہترین پڑوسی ہے اور اگر یہ چیز موجود نہیں ہے تو اس کی مدح سرائی میں آسمان وزمین کے قلابے ملانے سے کچھ حاصل نہیں۔ آدمی اپنے تعلقات ومعاملات سے پہچانا جاتا ہے جو اس کسوٹی پر نہیں پرکھا گیا اس کے کھرے یا کھوٹے ہونے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ جو اپنوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہا اس نے اگر دوسروں کے لیے فیض کے دریا بھی جاری کیے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے۔

یہاں یہ حقیقت بھی ملحوظ رکھیے کہ ایک اچھے پڑوسی کے رویے میں اس امر سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کا سابقہ اچھے پڑوسیوں سے رہا ہے یا برے پڑوسیوں سے۔ اس کے پڑوسی اچھے ہوں جب بھی وہ اچھا رہتا ہے اور برے ہوں جب بھی وہ اچھا رہتا ہے۔ اس کی بہترین مثال خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ مکی زندگی کے دور میں آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بدترین پڑوسیوں کے نرغے میں رہے لیکن ان برے پڑوسیوں نے آپ کے بہترین پڑوسی ہونے کی شہادت دی اور **علیٰ رؤس الاشهاد** اعتراف کیا کہ آپ بہترین ساتھی اور بہترین پڑوسی ہیں۔

منفی پہلو سے اصولی تلقین

اسی طرح منفی پہلو سے بھی ایسی جامع ہدایتیں اس باب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے دی ہیں جو ہماری رہنمائی کے لیے بالکل کافی ہیں۔ مثلاً:

عن ابی شریح ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: والله لایومن! والله لایومن! والله لایومن! قیل: ومن، یارسول الله؟ قال: الذی لایمن جاره بوائقه (۳)

(ابوشریح سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ شخص ایمان نہیں رکھتا! خدا کی قسم وہ شخص ایمان نہیں رکھتا! خدا کی قسم وہ شخص ایمان نہیں رکھتا: سوال کیا گیا کہ کون یارسول اللہ؟ ارشاد ہوا: وہ جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی مامون نہ ہو۔

سب سے پہلے کلام کے اس تیور پر غور فرمایئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار نہیں بلکہ تین بار اعادۂ قسم کے ساتھ فرماتے ہیں کہ

وہ شخص ایمان نہیں رکھتا! ایمان نہیں رکھتا! غور کیجیے کہ کتنی اہم اور ہولناک خبر ہے! اس کو سن کر سب کے کان کھڑے ہوگئے ہوں گے لیکن نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت اس وقت تک نہیں فرمائی جب تک لوگوں نے سوال نہیں کیا کہ ایسا محروم الایمان کون ہے یارسول اللہ! جس کے ایمان کی اس شدت کے ساتھ نفی فرمائی جاری ہے؟ ظاہر ہے یہ طریقہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لیے اختیار فرمایا کہ ہر شخص اس بات کو سنے اور کان کھول کر سنے۔

اس کے بعد اس بات پر غور فرمائیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایمان کے لیے اس تاکید کے ساتھ صرف اس شرط کو ضروری نہیں قرار دیتے کہ ایک مومن کے پڑوسی اس کی ایذا اور تعدی سے محفوظ رہیں جیسا کہ بعض روایات میں یہ بات بیان ہوئی ہے بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ اس کے پڑوسی اس کی طرف سے ہر اندیشے سے بالکل بے فکر رہیں۔ یہ بات صرف اس شکل میں ممکن ہے جب انہوں نے ہر قسم کے نرم و گرم حالات میں تجربہ کرکے اس کی شرافت و فتوت اور اس کی کریم النفسی اور حق شناسی کا ایسا تجربہ کرلیا ہو کہ انہیں یہ پورا اطمینان ہو کہ خواہ کچھ بھی ہوجائے لیکن اس شخص کو کوئی خوف اور کوئی طمع اس کے ادائے فرض سے روک نہیں سکتی۔ اگر کوئی امتحان پیش آگیا تو اپنی جان تو قربان کردے گا لیکن اپنی فتوت پر آنچ نہیں آنے دے گا۔

یہاں یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ پڑوسی چوں کہ ہر وقت کا ساتھی ہے اس وجہ سے اطمینان یا بے اطمینانی پیدا کرنے میں جو حصہ اس کا ہوسکتا ہے کسی دوسرے کا نہیں ہوسکتا۔ وہ اگر نقصان پہنچانا چاہے تو آپ کی ہر غفلت اور ہر کمزوری سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اگر آپ کی مدد کرنا چاہے تو وہ گویا آپ کی آنکھ، آپ کا کان اور آپ کا اپنا دست و بازو ہے۔ دور والے اگرچہ کوئی بڑی سے بڑی مدد پہنچا سکنے کی پوزیشن میں بھی ہوں لیکن وہ اچھے پڑوسی کے نعم البدل نہیں ہوسکتے۔ آدمی کو بسا اوقات اپنے جان و مال سے زیادہ اپنے عزت و ناموس کے لیے فکرمند ہونا پڑتا ہے اور یہ چیز ایسی ہے جس میں ایک شریف پڑوسی سے جس طرح بڑی سے بڑی مدد مل سکتی ہے اسی طرح ایک کمینے پڑوسی سے بڑا سے بڑا خطرہ بھی پہنچ سکتا ہے۔

....
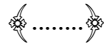
۱۶واں عرس قائد اہل سنت باسنی ناگور

۱۲ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۷ر جنوری ۲۰۱۱ء بروز پیر بعد نماز عشا جامع مسجد باسنی ناگور میں قائد اہل سنت حضرت مولانا ظہور احمد صاحب قبلہ اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۴۱۶ھ) کا عرس نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ تلاوت قرآن اور نعت رسول کے بعد منقبت حضرت موصوف کی شان میں برادر محمد جاوید نے شاندار اور والہانہ انداز میں پیش کی بعدہٗ حضرت مولانا محمد عثمان اشرفی نے سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت کی اصلاحی خدمات کے حوالے سے چند منٹ خطاب کیا، اس کے بعد ناظم اجلاس حضرت مولانا ابوبکر صاحب اشرفی نے سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی حضرت علامہ مولانا مفتی ولی محمد صاحب رضوی کو دعوت خطابت دی حضرت نے جماعت کی دعوتی و تبلیغی خدمات کو پیش کرتے ہوئے حضرت مولانا موصوف قدس سرہ کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی اور کہا حضرت مولانا ظہور احمد صاحب اشرفی علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کے ایک ایسے عظیم مجاہد تھے جو دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور کو دل و جان سے مانتے تھے اور اس مرکزیت کو آخر وقت تک تسلیم کرتے ہوئے راجستھان کی جہالت کو مٹانے میں حضور مفتی اعظم راجستھان قبلہ کے حقیقت میں دست و بازو تھے اور حضور مفتی اعظم راجستھان بھی آپ کی تعلیمی و تبلیغی خدمات کے مداح ہیں۔ پھر اخیر میں خطیب ذیشان شیر راجستھان حضرت علامہ مفتی شیر محمد خان صاحب قبلہ رضوی مدظلہ العالی نے حضرت قائد اہل سنت کی زندگی کے تابندہ نقوش کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا ظہور احمد علیہ الرحمہ اپنے آپ میں ایک انجمن تھے وہ قوم کی تعلیم سے دوری اور بے راہ روی پر تڑپ جاتے تھے اور قوم و ملت کے حالات زار پر راتوں کو آنسوں بہایا کرتے تھے۔ آپ سنی تبلیغی جماعت باسنی کے ذریعہ راجستھان کے دیہی علاقوں میں مکاتب و مدارس کا جال بچھا کر تحفظ دین و سنیت کا وہ کام کر گئے جسے تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اس لیے ایسے مجاہد دینی و روحانی پیشوا کو ہم سلام عقیدت پیش کرتے ہیں، اس وقت سنی تبلیغی جماعت باسنی کے زیر اہتمام تقریباً ۴۵۰ مدارس و مکاتب چل رہے ہیں۔ پروگرام میں باسنی و ناگور شریف کے اکثر علما رونق اسٹیج تھے صلاۃ و سلام و دعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

رپورٹ: محمد اسلم رضا قادری باسنی، ناگور

دعوتِ دین

ایک عیسائی کی اسلام کی طرف واپسی

عام قارئین کے ذہن وفکر کو چھو لینے والی تحریر

از: غلام مصطفیٰ قادری رضوی

سچائی کو لاکھ چھپایا جائے، چھُپ نہیں سکتی وہ تو ظاہر ہوکر رہتی ہے۔ اسلام ایک عظیم سچائی ہے، لاجواب سچائی۔ اسے بھی چھپانے اور مٹانے کی کوشش کی گئی مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور اسلام کا آفتاب اپنی روشن شعاعوں سے قلوبِ انسانی کو جگمگاتا رہا۔ صدیوں پہلے تحریکِ استشراق کا قیام عمل میں آیا اسلام دشمنی جس کے اہم مقاصد میں شامل تھی۔ بڑے بڑے صاحبانِ فکروفن اس کے قوتِ بازو بنے اور اسلام کی امیج خراب کرنے کی سعی ناکام میں جٹ گئے مگر اسلام کی پرکشش تعلیمات وہدایات نے دشمنوں کے دلوں کو بھی فتح کرلیا کیوں کہ اس مذہبِ مہذب کا وجود ہر مخلوق کے لیے رحمت تھا اس کے پیغام میں محبت اور امن کی خوشبو بکھری ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ اُدھر معاندین و متعصبین اسلام کے خلاف مختلف النوع حربوں سے لیس ہیں اور ادھر ہزاروں دانشور اس کے دامنِ امن وصداقت میں پناہ لے رہے ہیں۔ اسلام اور قرآن کو زیادہ سے زیادہ پڑھا جارہا ہے، سچی باتیں عیاں ہورہی ہیں اور حقائق سے پردہ اٹھ رہا ہے۔ نیوٹن جیسا انسان قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لاثانی نظام حکومت قائم کرنے کی بات کہہ گیا جو انسانوں کو مسرتوں سے روشناس کراسکتی ہے اور جارج برناڈ شانے کہا:

I praphcied about the faith of mohammad that it would be acceptable tommorow as it is being acceptable to the Europe of today.

ترجمہ: میں نے دینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ جس طرح آج یورپ کے لیے یہ قابل قبول ہونے لگا ہے اسی طرح کل بھی قابل قبول ہوگا۔'' (بحوالہ دین فطرت: ص/۵، ۶ مطبوعہ: کراچی)

ایک انگریز ''جان سنت'' نے اسلام قبول کیا اور ''محمد جان'' نام اختیار کیا۔ اسلام اور پیغمبر اسلام سے متعلق اس کے تاثرات ملاحظہ کریں، وہ کہتا ہے:

''میں نے عیسائیت کا گہرا مطالعہ کیا لیکن مجھے عیسائیت میں انسانی زندگی کے بے شمار مسائل کا شافی حل نظر نہ آیا۔ میرے دل میں عیسائیت کے متعلق شکوک پیدا ہوگئے۔ میں اشتراکیت کی طرف متوجہ ہوا لیکن اس نظام میں میری روح کے لیے کچھ نہ تھا پھر بدھ مت اور دیگر ادیان کے مطالعے کے بعد 1950ء میں آسٹریا کے ایک تبلیغی مشن کے دوران اسلام کی طرف متوجہ ہوا میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا تفصیلی مطالعہ کیا اسلام کے مطالعے سے مجھے اپنی زندگی کے تمام مسائل کا حل پوری وضاحت کے ساتھ مل گیا۔'' (المستشرقون والاسلام: ص/۴۵۰، ۴۵۱، بحوالہ ضیاء النبی: ص/۲۱۸، جلد/۶)

المختصر! مشاہدات بتارہے ہیں کہ اب ملک وبیرونِ ملک اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون نے قبولِ اسلام سے پہلے تعلیماتِ اسلام کا بنظر غائر مطالعہ کیا اس کے نظامہائے حیات کو ملاحظہ کیا تو حیرت واستعجاب کا عالم نہ پوچھیے انہیں کیا بتایا گیا تھا اور حقائق کچھ اور ہی نظر آئے اس طرح انہوں نے دامنِ اسلام میں آنے کا فیصلہ کیا اور ۱۹۸۸ء میں کلمۂ طیبہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

ڈاکٹر صاحب کی ولادت ۱۹۴۴ء میں برطانیہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم لیور پول گرامر اسکول میں حاصل کی اعلیٰ تعلیم کے لیے کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہوئے جہاں سے ۱۹۶۶ء میں تاریخ میں فرسٹ کلاس آنرز ڈگری حاصل کی کیمبرج یونیورسٹی سے ہی ۱۹۷۰ء میں برطانوی قرونِ وسطیٰ کی تاریخ میں پی ایچ ڈی مکمل کی۔ اسی یونیورسٹی میں پڑھایا بھی بعدہٗ برطانیہ کی دوسری درس گاہوں میں بھی پڑھایا اس کے بعد خود کو مارکس ازم، کمیونزم اور بین الاقوامی امور کے عمیق مطالعے اور تحقیق کے لیے وقف کردیا۔ ۱۹۸۸ء میں ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اسلام قبول کیا اور جب سے ان کی زندگی میں ایک انقلاب آگیا اسلام قبول کرنے کے بعد ان کی تمام تر توجہ اسلامیات،

اسلامی تاریخ اور اسلامی سیاست کی طرف مبذول ہوگئی۔ (میں نے اسلام کیوں قبول کیا:ص ر۷)

بلا ریب مطالعہ کھرے اور کھوٹے میں امتیاز پیدا کرتا ہے حقائق سے آشنا کرتا ہے بغیر مطالعہ کیے حقیقتوں کا کما حقہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلام کو پڑھا اور خوب پڑھا اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے قبولِ اسلام کی وجوہات پر مشتمل ایک کتاب بھی انگریزی زبان میں why I accepted Islam کے نام سے لکھی جس کا اردو میں ترجمہ بھی شائع ہوگیا ہے۔ اپنی کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''آج کل بہت سے لوگ اسلام کے بارے میں متجسس ہیں میں نے اسلام قبول کیا اور ہوسکتا ہے کہ لوگ حیران ہوں کہ ایک انگریز ایسی حرکت کیوں کر کرسکتا ہے یہ کتاب میں نے اسی حیرت کو دفع کرنے کے لیے لکھی ہے۔ (ترجمہ: میں نے اسلام کیوں قبول کیا:ص ر۴)

زیرِ نظر مقالے میں ڈاکٹر صاحب کی مسرتوں کے کچھ نمونے پیش کرنا مقصود ہے جو اسلام سے وابستگی کے بعد انہیں میسر آئے اور جس کا اظہار انہوں نے محبت بھرے انداز میں کیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سکون وراحت اسلام کے سائے ہی میں ملے گا کہ غموں کا مداوا یہی مذہبِ مہذب ہے، بے قرار دلوں کو روحانی تسکین وطمانیت کا سامان اسی کے دامن میں ملے گا کہ یہی خالقِ کائنات کا پسندیدہ دین ہے اور اس کے شیدائی رب کو پسند ہیں۔ آیئے ڈاکٹر ہارون صاحب کے قلبی تاثرات ملاحظہ کریں، وہ لکھتے ہیں:

میری سب سے بڑی وجہ تو خوف کا ختم ہونا ہے الحاد میں زندگی کی بے مقصدیت ہے ۔موت کا اختتام زندگی ہونے کا خوف نیز ظالموں کے غالب آجانے اور زندگی میں انصاف کی عدمِ موجودگی کا خوف بھی ناگزیر ہے اسلام اسے مکمل طور پر ختم کردیتا ہے اسلام صرف خدائے تعالیٰ سے ڈرنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام نے مجھے اپنی بد اعمالیوں پر افسوس کرنا بھی سکھایا ہے کیونکہ ان اعمال کو واقعی ایک خوفناک مستقبل کا سامنا ہے۔ (حوالہ مذکور:ص ر۷۷)

برسوں سے گناہوں کے اڈوں پر زندگی گزارنے والے مسلمان اس نومسلم ڈاکٹر کے ان جملوں پر غور کریں اور درسِ عبرت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ڈاکٹر صاحب نے انگریزی ماحول میں پرورش پائی وہیں زندگی کا طویل عرصہ گزارا مگر وہاں انہیں بہت سی باتوں نے پریشان رکھا اب اسلام کے دامن میں آنے کے بعد انہیں کیسا محسوس ہوا، ملاحظہ کریں:

''اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ عقائد کا کون سا نظام اپنے ماننے والوں کو زیادہ خوش کرتا ہے تو اسلام سب سے اوپر ہوگا۔ میں انگریز معاشرے سے آیا ہوں اور اس معاشرے کی شدید سوگواری نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا ہے لوگ بہت زیادہ غم زدہ اور مصائب کا شکار ہیں وہ زندگی کی بے مقصدیت کے چبھتے ہوئے احساس کے باعث اذیت میں ہیں۔''

مزید لکھتے ہیں:

''اسلام میں خوشی کا ایک اور سبب لوگوں کو فطری جذبات کی حامل گرم جوشی ہے انگریزوں کو حکمراں طبقے نے شرمیلا، پریشان خیال، پُرسکون ماحول میں بھی ناخوش اور احساس کمتری کا مارا ہوا انسان بنا دیا ہے۔ امریکی کافی حد تک اجنبی لوگوں کے ساتھ پرسکون اور دوستانہ ماحول میں رہتے ہیں لیکن اہلِ اسلام میں سے جب بھی آپ کسی سے ملیں گے تو وہ فطری انداز میں خیر مقدمی کلمات کہتے ہوئے مصافحہ کرتا نظر آئے گا۔ (ص:۲۳)

اسلام اپنے ماننے والوں کی زندگی کو پُرسکون اور خوشگوار بنانا چاہتا ہے اسی لیے اس نے ایسی تعلیمات وہدایات جاری کی ہیں جن پر عمل پیرا ہوکر ایک انسان راحت وتسکین حاصل کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اسلامیات کا مسلسل مطالعہ کرتے رہے اور فضل ربی دیکھیے کہ انہیں ذہانت وفطانت اور اسلام سے دلچسپی ایسی ملی کہ کئی سو صفحات کی کتاب وہ ایک ایک گھنٹے میں پڑھ لیتے تھے اور لطف یہ ہے کہ خود انہوں نے ایک درجن سے زائد دینی وعلمی موضوعات پر تحقیقی کتابیں لکھیں۔

آیئے اسلام کے نظامِ پُرامن سے متعلق ڈاکٹر صاحب کا نظریہ ملاحظہ کریں، وہ فرماتے ہیں:

''ایک اور مسرت جس سے میں اسلام میں لطف اندوز ہورہا ہوں وہ مظلوموں کی مدد کرنا ہے جو کہ اسلام کا اصل مدعا ہے۔ ظلم صحیح طور پر اس وقت ہی ختم ہوتا ہے جب مظلوم اخلاقی طور پر اچھی زندگی گزارنے لگتا ہے۔'' (ص:۷۸)

اختتامی سطور میں لکھتے ہیں: مجھے توقع ہے کہ میں اسلام میں زیادہ سے زیادہ گہرائی تک جاؤں گا زیادہ سے زیادہ پڑھوں گا اور اس کے ذائقوں سے زیادہ لطف اندوز ہوں گا۔''

﴿......﴾

حضور غوثِ اعظم: دعوتی خدمات کی ایک جھلک

از: محمد فضل الرحمٰن برکاتی

حضور غوث اعظم کی شخصیت

سید العارفین، حجۃ الواصلین، نائب رحمۃ للعالمین، قطب ربانی، محبوبِ سبحانی، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی سوانحِ حیات کا مطالعہ کرنے سے یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ آپ بہت بڑے صاحبِ کرامت بزرگ ہیں یا بہت بڑے عالمِ جلیل ہیں یا بہت بڑے داعی ومبلغ۔ سچ یہ ہے کہ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، بہت بڑے صاحبِ کشف وکرامت بزرگ اور بہت بڑے داعی ومبلغ بھی ہیں۔ آپ کا مرتبہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بہت اونچا ہے اور بلاشبہ آپ روئے زمین کے تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں۔

محمد کا رسولوں میں ہے جیسے مرتبہ اعلیٰ
ہے افضل اولیا میں یونہی رتبہ غوث اعظم کا

غوث اعظم کی ولادت

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک ۴۷۰ھ میں گیلان کے قصبہ نیف میں پیدا ہوئے، آپ کا لقب پاک محی الدین اور اسم گرامی عبدالقادر، آپ کے والد کا نام ابوصالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ کا نام اُم الخیر فاطمہ تھا۔ آپ کی پیدائش سے قبل اور وقتِ پیدائش وبعدِ پیدائش بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا آپ نے شیر خوارگی کے زمانے میں بھی روزے کے اوقات میں شیرِ مادر نوش نہ فرمایا۔

رہے پابند احکام شریعت ابتدا ہی سے
نہ چھوٹا شیر خواری میں بھی روزہ غوث اعظم کا

حضور شیخ کل، تاج اولیا اور غوث الاغواث ہیں۔ ہر سلسلے والا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در سے ہی فیض پا رہا ہے اور اولیائے جہاں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم مبارک کے سامنے اپنی اپنی گردنیں جھکائے ہوئے ہیں۔

جو فرمایا کہ دوشِ اولیا پر ہے قدم میرا
لیا سر کو جھکا کر سب نے تلوا غوث اعظم کا

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

تعلیم وتربیت

حضرت غوثِ اعظم نے ابھی عمر کی چند منزلیں ہی طے کی تھیں کہ سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ تعلیم وتربیت کا تمام بوجھ آپ کی والدۂ محترمہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کندھوں پر آپڑا اور انہوں نے اپنے لخت جگر کی تعلیم وتربیت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ حضرت شیخ ۴۸۸ھ مطابق ۱۰۹۵ء میں ۱۸/سال کی عمر میں علومِ ظاہری کی تحصیل کے لیے بغداد پہنچے اور ناموران فن سے بھرپور استفادہ کیا جن میں ابو الوفا علی بن عقیل حنبلی، ابوالخطاب محفوظ کلوذانی حنبلی، ابوغالب محمد بن الحسن باقلانی، ابوسعید محمد بن عبدالکریم، ابوزکریا یحییٰ بن علی تبریزی، عارف باللہ حضرت حماد باس قدس سرہ اور قاضی ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہم العزیز خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان میں آخر الذکر مخزومی سے آپ کو غایت درجہ عقیدت تھی اور پھر یہی آپ کے شیخ طریقت ٹھہرے۔

حضرت مخزومی فرماتے ہیں:

''عبدالقادر جیلانی نے مجھ سے خرقۂ خلافت پہنا اور میں نے ان سے پہنا ہم میں سے ہر ایک دوسرے سے برکت حاصل کرے گا۔'' (قلائد الجواہر، ص/۴، ۵)

آغازِ رشد وہدایت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بغداد میں شریعت وطریقت کے علوم ومعارف حاصل کر چکے تو مخلوقِ خدا کو فیضیاب کرنے کا وقت آگیا۔ ماہ شوال ۵۲۱ھ مطابق ۱۱۲۷ء کو محلّہ حلبہ براینہ میں آپ نے وعظ کا آغاز فرمایا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۹۰) بغداد کے

محلّہ باب الزج میں حضرت شیخ ابوسعید مخزومی کا ایک مدرسہ تھا جوانہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کردیا۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے طلبا کا اس قدر ازدحام ہوا کہ قدیم عمارت ناکافی ہوگئی تو بغداد کے علم دوست حضرات نے اسے وسعت دے کر شاندار نئی عمارت تیار کرائی۔ ۵۲۸ھ مطابق ۱۱۳۴ء میں یہ مدرسہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے مدرسۂ قادریہ مشہور ہوا۔ (قلائد الجواہر، ص:۵)

آپ نے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ (۵۲۱ھ مطابق ۱۱۲۶ء) تک جاری رکھا اس طرح آپ نے چالیس سال تبلیغ اور تینتیس سال تدریس وافتا کے فرائض انجام دیے۔ (زبدۃ الآثار، ص:۳۹)

غوثِ اعظم کا وعظ

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہفتے میں تین دن خطاب فرماتے جمعہ کی صبح، منگل کی شام اور اتوار کی صبح۔ طریقہ یہ تھا کہ پہلے قاری صاحب قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے اس کے بعد حضرت خطاب فرماتے، کبھی سید مسعود ہاشمی تلاوت کرتے کبھی دوسرے دو حضرات تلاوت کرتے جو دونوں بھائی تھے۔ تلاوت سادہ انداز میں لحن کے بغیر ہوتی۔

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداً مجھ پر وعظ وتقریر کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ خاموش رہنا میری طاقت سے باہر ہوجاتا، میری مجلس میں دو یا تین آدمی سننے والے ہوتے مگر میں نے سلسلۂ کلام جاری رکھا پھر لوگوں کا ہجوم اس طرح بڑھا کہ جگہ تنگ ہوگئی پھر عیدگاہ میں خطاب شروع کیا وہ بھی ناکافی ہوئی تو شہر سے باہر کھلے میدان میں اجتماع ہونے لگا اور ایک ایک مجلس میں ستر ہزار کے قریب سامعین جمع ہونے لگے۔ چار سو افراد قلم ودوات لے کر آپ کے ملفوظات جمع کرتے تھے۔ (سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۷ء، ص۸۲ بحوالہ اخبار الاخیار فارسی: ص/۱۲)

مشائخ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ جیلانی جب وعظ کے لیے منبر پر بیٹھ کر الحمد للہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب وحاضر ولی خاموش ہوجاتا اسی لیے آپ یہ کلمہ مکرر کہتے اور اس کے درمیان کچھ سکوت فرماتے، بس اولیا اور ملائکہ کا آپ کی مجلس میں ہجوم ہوجاتا۔ جتنے لوگ آپ کی مجلس میں نظر آتے ان سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے تھے۔ (ایضاً ص۲۹۴)

حضرت شیخ عموماً عربی زبان میں خطاب فرماتے لیکن بعض اوقات فارسی میں بھی خطاب فرماتے اسی لیے آپ کو ذوالبیانین والِلسانین اور امام الفریقین کہتے ہیں۔ (اخبار الاخیار ص/۲۰) آپ کی کرامت یہ تھی کہ دور ونزدیک کے لوگ یکساں طور پر آپ کی آواز سنتے تھے۔ (زبدۃ الآثار ص/۵۷) (ایضاً ص/۸۲)

وعظ کی اثرانگیزی

آپ کا وعظ بہت اثرانگیز ہوتا تھا۔ آپ کی زبانِ مبارک میں ایسی روانی اور طاقت تھی کہ مضامین کا ایک سیل رواں ہوتا جو آپ کے دہنِ مبارک سے نکلتا چلا جاتا۔ تاثیر ایسی کہ پتھر دل بھی موم ہوجاتے، سیاہ کار تائب ہوتے، کفر کی آلودگی میں لتھڑے لوگ سرچشمۂ اسلام کے قریب آکر شفاف ہوجاتے، لوگوں پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ بے حال ہوجاتے اور بہت سے لوگ مرغِ بسمل کی مانند تڑپنے لگتے اور بعض تو وہیں جاں بحق ہوجاتے۔

شیخ عمر کیسانی کا بیان ہے کہ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں کچھ یہود ونصاریٰ اسلام نہ قبول کرتے ہوں چور، ڈاکو اور بدمعاش لوگ اپنے جرائم سے توبہ نہ کرتے ہوں اور رافضی وغیرہ اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک عیسائی راہب آپ کی مجلس میں آیا اور مسلمان ہوگیا اس نے لوگوں کو بتایا کہ میں یمن کا باشندہ ہوں میرے دل میں اسلام قبول کرنے کی لگن پیدا ہوئی لیکن میں نے عہد کرلیا کہ میں اس شخص کے ہاتھ پر اسلام لاؤں گا جو دنیا بھر کے مسلمانوں سے افضل ہوگا چنانچہ میں اکثر اسی فکر میں محو رہتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ تم بغداد کی طرف چلے جاؤ اور شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلو کیوں کہ وہ اس زمانے میں سب سے بہتر ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود ونصاریٰ تائب ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ رہزنوں اور فسق وفجور میں ملوث افراد جنھوں نے میرے ہاتھوں پر توبہ کی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ آپ کی ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی یہودی یا عیسائی مشرف باسلام ہوتا، ڈاکو، قاتل اور دیگر جرائم

پیشہ اور بدعقیدہ لوگ تائب ہوتے۔(قلائدالجواہر ص۱۸، ۱۹)

اسلوبِ خطابت

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبات میں عموماً سادہ اور عام فہم باتیں ارشاد فرماتے لیکن کبھی کبھی آپ کا دریائے علم موجزن ہوتا تو عالمانہ ومحققانہ نکات بیان فرماتے اور آیتوں کی ایسی تفسیر سناتے کہ بڑے بڑے علما بھی انگشت بدنداں ہوجاتے۔ آپ دینِ متین کی تعلیمات کو بہت پرکشش اور موثر انداز مین بیان فرماتے بعض اوقات صحابۂ کرام اور اولیائے عظام کے ارشادات بھی زیبِ سخن بنتے۔

آپ پر بغداد کی معاشرتی، سماجی اور دینی زندگی کی بگڑتی ہوئی حالت پوشیدہ نہیں تھی۔ ظلم وستم، جبر واستبداد، تن آسانی اور عیش وطرب میں ڈوبی زندگی کو ہلاکت کے بھنور سے نکال لانا ہی آپ کا مقصدِ اصلی تھا اور اسی لیے آپ نے بغداد کو اپنی دعوت وتبلیغ کا مرکز بنایا۔ بڑے بڑے لوگوں کو ان کی برائیوں پر بے دھڑک ٹوکتے اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ فرماتے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ منجانب اللہ ایک داعی ومبلغ کی حیثیت سے دنیا میں منتخب فرمائے گئے تھے۔

دعوتی اسلوب کے چند نمونے

آپ نے اس وقت کے ظالموں، عالموں، صوفیوں، فقیہوں سے خطاب فرمایا۔ ان کے مواعظ سے چند اقتباسات نذرِ قارئین ہیں۔

(۱) اے لوگو! تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خوف سے افطار کرتے ہو اور ان پر ظلم کرکے جو مال حاصل کیا ہے اسے نگلتے ہو۔

(۲) اے لوگو! افسوس کہ تم سیر ہوکر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے رہتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں، تمہارا ایمان صحیح نہیں دیکھو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے سائل کو دیا کرتے تھے، اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے، اس کا دودھ دوہتے اور اپنی قمیص سیا کرتے۔ تم ان کی متابعت کا دعویٰ کیسے کرتے ہو جب کہ اقوال وافعال میں ان کی مخالفت کر رہے ہو۔

آپ نے اس وقت کے مولویوں، فقہیوں اور زاہدوں کو مخاطب کرکے فرمایا:

(۱) اے مولویو اور فقہیو، زاہدو، عابدو، اے صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو ہمارے پاس تمہاری موت اور حیات کی ساری خبریں ہیں۔ سچی محبت جس میں تغیر نہیں آسکتا وہ محبت الٰہی ہے جس کو تم اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور وہی محبت روحانی صدیقوں کی محبت ہے۔

(۴) یاالٰہی تو منافقوں کی شوکت کو توڑ دے اور ان کو ذلیل فرما۔ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما اور ظالموں کا قلع قمع فرمادے زمین کو ان سے پاک فرمادے یا ان کی اصلاح فرما۔(اقتباسات از: الفتح الربانی)

غوث اعظم کا اندازِ تبلیغ اور عصرِ حاضر

آج جس قدر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت کو بیان کیا جاتا ہے اور ہمارے مبلغین وخطبا حضرات اپنے خطبوں میں زورِ بیانی کے ساتھ پیش کرتے ہیں اس سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے۔ اگر عوام کے سامنے آپ کے ان اقدامات ومساعیِ مشکورہ کو جو احیائے دین کے لیے آپ نے کی ہیں، پیش کیا جائے تو اس سے دو فائدے ہوں گے اول تو وہ حضرات جو صرف اور صرف آپ کو کرامت تک ہی محدود جانتے ہیں ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا دوم ہماری عوام اور خواص کے اندر جذبۂ تبلیغ بھی پیدا ہوگا جس سے آج بھی گمراہ انسانوں کو راہِ ہدایت نصیب ہوسکتی ہے بشرطیکہ آج کے مبلغین اور داعیانِ اسلام کی تبلیغ کا طرز وانداز سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ کی طرح ہو۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریعت کے تنِ بے جان میں دوبارہ جان ڈال دی اور آپ کی دعوت وتبلیغ نے ہزاروں بھٹکے ہوئے انسانوں کو منزلِ مقصود سے ہم کنار کردیا جس کی وجہ سے آپ کا لقب "محی الدین" مشہور ومعروف ہوگیا۔ آپ کے اسلوبِ دعوت وتبلیغ اور خطبات سے زمانہ آج بھی فیض یاب ہو رہا ہے اور قیامت تک ان شاء اللہ ہوتا رہے گا۔

......

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا غیر مسلم دانشوروں کی نظر میں

از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی (ولادت: ۱۰رشوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء، وصال: ۲رصفر ۱۳۴۰ھ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء) جیسی شخصیت صدیوں میں جنم لیتی ہے اور اپنے زمانے اور اگلے وقتوں کا نور بن کر ہر باطل کی تیرگی کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ آج مشرق و مغرب میں آپ کے نام اور کام کی دھوم ہے۔ یوں تو آپ کی حیات سے لے کر اب تک عالم اسلام کے صدہا علما، مشائخ، ادبا، شعرا، اسکالر ولیڈر وغیرہ آپ کے علم وفضل اور تمام تر تقدیسی کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو خراج تحسین وعقیدت پیش کر چکے ہیں۔ علاوہ ان کے متعدد غیر مسلمین نے بھی آپ کی علمی ودینی عظمت کے پیش نظر آپ کے بارے میں تاثرات واظہار خیالات پیش کیے ہیں۔

۱۔ مدیر ہفت روزہ بھجن، پٹنہ (بہار)

''مجھے رام چندر کی قسم کہ گزشتہ دنوں مدرسۂ دیو بند میں میں نے دیو بندی حضرات کے فریق مخالف مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی شاعری پر حدائق بخشش نامی کتاب دیکھی تو حیران وششدر رہ گیا کہ دیو بندی حضرات مولانا احمد رضا خاں کو کافر کہتے ہیں اور انہیں گالیاں دیتے ہیں مگر مجھے اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کا ایک ایک شعر علم وادب کا مرقع ہے اور حدائق بخشش ایک گنجینۂ حق ہے کہ جسے اہل ادب اگر اپنا اثاثہ حیات سمجھیں تو بجا ہے۔'' (ہفت روزہ بھجن، پٹنہ: شمارہ ۱۷، نومبر ۱۹۱۸ء، ص ۷)

۲۔ کالی داس گپتا رضا: ناقد ومحقق، بمبئی

بے شک حسن بریلوی مرحوم نہایت اچھے شاعر تھے تاہم حیرت ہے کہ اس ضخیم تذکرے میں ان کے بڑے بھائی عالم اہلِ سنت اور نعت گوئی میں ان کے استاد جناب احمد رضا خاں کے تذکرے نے جگہ نہ پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خطا اس پاکیزہ مسلک کی بھی ہے جس کے زیر اثر مولانا نے اپنی شاعری کو قطعاً نعتوں اور سلاموں ہی تک محدود رکھا اور باقاعدہ شاعری سے احتراز کیا۔ اس طرح عوام نے انہیں ایک شاعر کی حیثیت سے جانا ہی نہیں تاہم نعتیں اور سلام ہی سہی ذرا سے غور وفکر کے بعد ان کے اشعار ایک ایسے شاعر کا پیکر دل ودماغ پر مسلط کر دیتے ہیں جو محض ایک سخنور کی حیثیت سے بھی اگر میدان میں اتر تا تو کسی استادِ وقت سے پیچھے نہ ہوتا۔ نہیں معلوم کہ انہوں نے کسی سے باقاعدہ اصلاح لی تھی کہ نہیں تاہم ان کے کلام سے ان کے کامل صاحبِ فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔

اسلامی دنیا میں ان کے مقامِ بلند سے قطع نظر ان کی شاعری ہی اس درجے کی ہے کہ انہیں ۱۹رویں اور ۲۰ویں صدی کے اساتذہ میں برابر کا مقام دیا جائے۔ (کالی داس گپتا رضا: سہو وسراغ ص ۱۸۸، ۱۹۰)

۳۔ مالک رام: محقق

''جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ بریلی مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے۔ وہ بڑے سخت گیر قسم کے قدیم الخیال عالم تھے۔ (نذر عرشی مطبوعہ دہلی، ص ۱۳)

۴۔ مسٹر نرسمہا راؤ: سابق وزیر اعظم ہند

۱۹۹۵ء میں مسٹر نرسمہا راؤ نے بریلی کے سرکٹ ہاؤس میں منعقدہ اعلیٰ حضرت کانفرنس میں سیکڑوں علما اور معززین کی موجودگی میں اس طرح اظہار خیال کیا:

''اعلیٰ حضرت صاحب مہان صوفی سنت (عظیم صوفی وولی) تھے اور بہت بڑے عالم دین ہونے کے علاوہ سائنس اور دوسرے گیان وگیان (علم وسائنس) کے بھی مانے ہوئے اسکالر تھے۔ وہ بھارت کی شان ہیں۔

۵۔ مسز الکا شرما

۳۱ردسمبر ۱۹۹۵ء کو بھارت کی وزارت اطلاعات ونشریات نے اعلیٰ حضرت یادگاری ٹکٹ جاری کیا۔ رسم اجرا کانپور میں ہوا۔ محکمے نے ایک بروشر بھی شائع کیا تھا جس میں شریمتی الکا شرما نے اعلیٰ

حضرت امام احمد رضا کو اس طرح سراہا:

''مولانا احمد رضا خاں ایک انسائیکلوپیڈیائی شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا دائرۂ علم حیرت انگیز طور پر وسیع تھا جس کے تحت قدیم وجدید علوم کی کئی برانچیں شامل تھیں۔(انگریزی سے ترجمہ)

۶۔مسٹر مرلی دھر تیواری: سابق وائس چانسلر روہیل کھنڈ یونی ورسٹی بریلی

آپ نے خانقاہ واصلیہ بریلی شریف میں ۱۹۹۴ء میں منعقدہ ''نوری سیمینار و کانفرنس'' میں اس طرح اظہار خیال کیا:

''بریلی میں اعلیٰ حضرت جیسی شخصیت نے جنم لے کر پوری دنیا میں بریلی کو مشہور کر دیا۔ اعلیٰ حضرت صاحب اسلامی دنیا کی بھی شان ہیں اور بھارت کی بھی شان ہیں۔ میں نے جب آپ کے سائنسی نظریوں اور اصولوں کو دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا کہ ایک مولانا کو یہ سب علم کہاں سے آگئے ہیں میں اسے اعلیٰ حضرت صاحب کی کرامت ہی سمجھتا ہوں۔''

۷۔ڈاکٹر نرمل: بریلی

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ہزار سے اوپر کتابیں لکھیں۔ ساری دنیا کے مسلم ماہرین قانون آج بھی مولانا احمد رضا خاں کی لکھی قانونی کتابوں کا لوہا مانتے ہیں۔ عالموں کی علمیت اور ایک سوفی سنت کی پاکیزگی کے ساتھ مغربی تہذیب کو چیلنج دینے کی قابلیت میں مولانا احمد رضا خاں اپنے پیش رو اور معاصر عظیم شخصیت سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں۔''

صاحب نصف صد علوم وفنون
تجھ کو ہم سب کے بے شمار سلام

(ہندی سے اردو ترجمہ۔ کتاب: اعلیٰ حضرت وحضور مفتی اعظم ہند: لٹریچر اور جیون درش، ص ۱۸)

۸۔مسٹر اٹل بہاری باجپائی: سابق وزیر اعظم ہند

اعلیٰ حضرت محض ایک عالم ہی نہیں تھے جنہوں نے بھانت بھانت کے ۵۰ علوم وفنون پر ایک ہزار سے زیادہ کتب ورسائل لکھے بلکہ وہ ایک عظیم مصلح بھی تھے۔ انہوں نے صوفی سنتوں کی طرح محبت اور رواداری کے پیغام کو بھی عام کیا۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت، بریلی، ۲۰۰۱ء)

۹۔ڈاکٹر مسز اوشا سانیال، کولمبیا یونی ورسٹی، نیویارک (امریکہ)

ڈاکٹر مسز اوشا سانیال بھارتی ہندو خاتون ہیں۔ انہیں امریکی شہریت حاصل ہے۔ ۱۹۸۵ء میں آپ نے مندرجہ ذیل عنوان:

"A history of the Bareilvi Movement in British India 1900 A.D- 1947 A.D"

یعنی برطانوی ہندوستان میں (۱۹۰۰ء تا ۱۹۴۷ء) بریلوی تحریک کی تاریخ۔ ۱۹۹۰ء میں مسز اوشا سانیال کو اس مقالے کی تکمیل کے بعد کولمبیا یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض ہوئی۔ آپ کا پی ایچ ڈی مقالہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس (دہلی انڈیا) نے مندرجہ ذیل عنوان سے شائع کیا ہے:

Devotional Islam and Politecs Ahmad Raza Khan Barelvi his movment 1870. 1920"

یعنی دین دارانہ اسلام اور سیاست احمد رضا خان بریلوی اور ۱۸۷۰ء تا ۱۹۲۰ء ان کی تحریک (بحوالہ امام احمد رضا اور عالمی جامعات ص ۵۰ از پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مرحوم) ڈاکٹر اوشا سانیال نے امام احمد رضا خان کی شاعری کے حوالے سے ان کی محبتِ نبوت پر اس طرح تاثر پیش کیا ہے:

''احمد رضا کی نعتیں ان کی محبتِ نبوی کے نرم وحسین سرمتی کے پہلوؤں کی جھلک پیش کرتی ہیں۔'' (انگریزی سے ترجمہ۔ پی ایچ ڈی مقالہ ص: ۱۳)

۱۰۔ڈاکٹر باربراڈی مٹکاف

کیلی فورنیا یونیورسٹی، برکلے (امریکہ)

ڈاکٹر باربراڈی مٹکاف کیلی فورنیا یونیورسٹی (امریکہ) کے شعبۂ تاریخ کی پروفیسر ہیں۔ آپ نے اپنی ایک کتاب Religions Leades shuhin India یعنی ہندوستان میں مذہبی قیادت لکھی ہے جس میں امام احمد رضا کا تذکرہ کئی صفحات پر مشتمل ہے۔ ایک مقام پر وہ تحریر کرتی ہیں۔

''وہ خلوت کو پسند کیا کرتے تھے اور جب وہ باہر آتے تھے تو لوگ ان کو ہاتھ لگانے کے لیے لپکتے تھے۔ احمد رضا نے ایک سرپرست کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کیا۔ ان کا کردار اہلِ دیوبند کے کردار سے مختلف رہا۔''

ایک جگہ اور لکھتی ہیں: ''مولانا احمد رضا خاں ریاضی میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اس وقت کے وائس چانسلر سرضیاء الدین ریاضی کے ایک لاینحل مسئلے کے لیے جرمنی کا سفر کرنے والے تھے لیکن جب مولانا کے پاس آئے تو انہوں نے یہ مسئلہ منٹوں میں حل کر دیا۔'' (انگریزی سے ترجمہ بحوالہ امام احمد رضا اور عالمی جامعات از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مرحوم)

۱۱۔ڈاکٹر جان بلیان۔لیڈن یونیورسٹی لیڈن، (ہالینڈ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ رضویہ'' کے مطالعے کے بعد پروفیسر ڈاکٹر جان بلیان نے امام احمد رضا کی فقہی بصیرت کا اس طرح اعتراف کیا:

(الف) امام احمد رضا خاں اپنے فتوؤں میں دلائل وشواہد پیش کرتے وقت جس وسعتِ مطالعہ کا اظہار فرماتے ہیں میں اس سے بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔'' (مکتوب بنام ڈاکٹر محمد مسعود احمد مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۹۸۶ء)

(ب) ڈاکٹر بلیان نے اپنی ایک کتاب ''برصغیر کے مسلمانوں کی عائلی زندگی میں عورت کا مقام'' میں امام احمد رضا کے فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ افریقہ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ (امام احمد رضا اور عالمی جامعات ص ۱۵۷ از پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد)

۱۲۔ڈاکٹر ڈبلیو،ٹرال، برمنگھم یونیورسٹی (برطانیہ)

ڈاکٹر ڈبلیو ٹرال تحریر کرتے ہیں:

''امام احمد رضا خاں اور انڈو مسلم بریلوی مکتب فکر ایک ایسا موضوع ہے جس سے مجھے دلچسپی رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس مقام کی زیارت کی ہے جہاں احمد رضا خاں مدفون ہیں جو آج بھی اس مکتب فکر کا ایک مرکز ہے۔ احمد رضا خاں کی مذہبی شاعری پر تحقیق کو مرکوز کیا جائے۔'' (ایضاً ص ۶۵)

﴿......﴾

مدینۃ الاولیاء ناگور شریف میں عظیم الشان احمد علی بابا کانفرنس

قطب العاشقین سید احمد علی شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے ۹۳ واں عرس کے موقع پر ۲۰ رصفر المظفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۵ رجنوری ۲۰۱۱ء بروز منگل کو عظیم الشان احمد علی بابا کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں خصوصی مقرر داعی کبیر بین الاقوامی شہرت یافتہ مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری محمد شاکر علی نوری (امیر سنی دعوت اسلامی) وایڈیٹر ماہِ طیبہ اور حافظ اللہ بخش صاحب باسنوی نے نہایت ہی انقلاب آفریں خطاب کیا۔ امیر سنی دعوت اسلامی پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا سے روبرو ہوئے انٹرویو کے دوران آپ نے دہشت گردی سے تعلق سوال کے جواب میں فرمایا: کوئی مذہب دہشت گردی کی تعلیم نہیں دیتا، دہشت گردی تو فردِ خاص کا کام ہے اسلام تو امن کا پیغام دیتا ہے، ہمارے پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سارے جہان کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے، آپ نے کانفرنس کے درمیان عوام ومیڈیا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قومِ مسلم کی ترقی علم دین ودنیا کو حاصل کرنے اور اللہ ورسول کی اتباع وپیروی کرنے میں ہی منحصر ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اخلاقیات کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ ہمارا تو یہی نعرہ ہے آدھی روٹی کھائیں گے۔ بچوں کو پڑھائیں گے۔ اب مسلم نوجوان تعلیم کے لیے مستعد ہے۔ ہماری تحریک سنی دعوت اسلامی کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد مسلمانوں میں تعلیمی بیداری لانا ہے جس سے کہ ہم دنیا کے مہذب انسان بن کر ہندوستان کے قابل تقلید شہری بن سکیں یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم علم کے زیور سے آراستہ ہوں گے۔ کانفرنس میں طوطیٔ راجستھان محمد شریف پالوی ودیگر شعرا نے بارگاہ رسالت میں خراج عقیدت پیش کیا۔ حضرت مولانا شاکر علی نوری نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مصباحی شیرانی صدر مدرس دارالعلوم صوفیہ حمیدیہ کو سنی دعوت اسلامی کے ناگور ضلع کا نگرانِ اعلیٰ مقرر کیا اور علمائے کرام کی موجودگی میں اپنے ہاتھوں سے دستار بندی کر کے ناگور ضلع کی کمان سونپی۔

عرس کے موقع پر شہر ناگور شریف میں پہلی بار ایسی عظیم کانفرنس ہوئی جس میں ہزاروں کی تعداد میں بیکانیر، اجمیر شریف، جے پور، پالی، شیرانی آباد، باسنی، کمہاری کی عوام وعلمائے کرام نے شرکت کی۔ صدر شاکر خاں ووقف کمیٹی درگاہ نے حضرت مولانا فیاض احمد صاحب رضوی ممبر راجستھان مسلم وقف بورڈ جے پور کا شاندار استقبال کیا، حضرت مولانا فیاض صاحب نے اپنے مبارک ہاتھوں سے درگاہ احمد علی بابا میں جدید سبیل احمد علی بابا (پانی کا پیاؤ) کا افتتاح کیا، وقف درگاہ کمیٹی کے کاموں کو دیکھ کر حضرت نے کمیٹی ممبران کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اچھے کاموں کے لیے ہر طرح سے مدد کا یقین دلایا۔ آخر میں صلوٰۃ وسلام اور امیر سنی دعوت اسلامی کی دعا کے ساتھ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

رپورٹ: مولانا سید حاتم چشتی، دارالعلوم صوفیہ حمیدیہ ناگور

دعوت و تبلیغ بھی ایک آرٹ ہے

پیش کش: صادق رضا مصباحی

دماغ سے کوئی اسلام قبول نہیں کرتا

☆لوگ مذہب کو دماغ سے سمجھنا چاہتے ہیں اور بہت زمانے سے دماغ سے سمجھا رہے ہیں۔ بڑی کتابیں لکھی ہیں دماغی توضیحات کی مگر میرے بھائی! جس منڈی میں جو مال پہلے سے زیادہ ہو وہی مال لے کر جاؤ گے تو کون پوچھے گا بلکہ منڈی میں جس مال کی کمی ہو وہ لے کے جاؤ تب لوگ پوچھیں گے۔ یہ تو دماغوں کی منڈی ہے روز دو سو سقراط مرتے ہیں اور پچاس بقراط روز پیدا ہوتے ہیں۔ آپ یہاں عقل کا فلسفہ لے کر جا رہے ہو اور دماغ کی بات لے کے جا رہے ہو؟ نہیں سمجھے گی یہ دنیا تمہاری بات۔ آج بھی اگر تم عشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لے کے جاؤ، محبت لے کے جاؤ، دل لے کے جاؤ دنیا آج بھی دل کی دولت کو تسلیم کر لے گی۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی میں آپ کو بتاؤں، آج بھی اگر آپ کبھی یورپ میں، امریکہ میں یا افریقہ میں جاؤ تو آپ کو حیرت ہوگی۔ ہمارے دوستوں نے لٹریچرس سے لائبریریاں بھر دی ہیں مگر ان لٹریچرس کو پڑھ کر کوئی مسلمان نہیں ہوتا بلکہ مراقش، قبرص، انگلینڈ اور پیرس کے کچھ صوفیا ہیں جو ذکر وغیرہ کی محفلیں منعقد کراتے ہیں ان کے ہاتھ پر ہزاروں مسلمان ہو رہے ہیں۔ کس بات سے؟ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب شفا شریف کا مکمل ترجمہ ابھی لندن کے صوفیا کی ایک جماعت نے انگلش میں کیا ہے، اس کی تخریج کی ہے اور احادیث کے حوالے سے مرصع بھی کیا ہے تو آج جو اسلام پھیل رہا ہے یہ تصوف کے ذریعے سے، صوفیائے کرام کی محنتوں کے ذریعے سے پھیل رہا ہے جس طرح حضرت خواجہ اور داتا کے زمانے میں پھیلا تھا۔

تو یہ جو آپ کی دعوت ہے بلاشبہہ اسلام کو جہاں دلائل سے آراستہ کرنے کی بات ہے۔ پڑھیے بھی مگر دماغ آپ کے دل پر غالب نہ ہونے پائے دل کو زندہ رکھیے رفتار تیز ہو جائے گی۔

اقبال فلسفی تھا نا؟ فلسفے کی ڈگری لی تھی اور فلسفہ تو دماغ کی بات ہوتی ہے مگر اس کے باوجود وہ دل کا قائل ہے۔ دونوں منزل پر جاتے ہیں دونوں امیر کارواں ہیں مگر عقل حیلے کے ساتھ پہنچتی ہے اور عشق کھینچ کے لے جاتا ہے، بے تابانہ لے جاتا ہے، منزلیں سمیٹ دیتا ہے تو آپ عشق کی راہوں کے مسافر ہیں محبتِ رسول کے امین ہیں۔ آپ جب اللہ کے رسول کا نام لیں گے تو وہ زبان کی ادائیگی نہیں دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ہوگی اور آنسوؤں کے ثبوت کے ساتھ ان کا نام ہوگا اس لیے اس مقدس قافلے کو آگے بڑھائیے اور یہ مت سوچیں کہ آپ کا مجمع اتنا ہے اور کس کا کتنا تھا۔ ایک بات میں آپ کو بتا دوں اور اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھیں کہ اسلام میں ہمیشہ کیفیتوں کی قیمت رہی ہے کمیتوں کی قیمت نہیں رہی ہے۔ یہاں قوالیٹیز (Qualities) اکسپٹیبل (Acceptable) ہے قوانٹیٹیز (Quantities) کا سیٹوز نہیں۔ انقلابات ہمیشہ کیفیتوں نے پیدا کیے ہیں، کمیتوں نے نہیں پیدا کیے ہیں۔ ایک دیوانہ انقلاب لاسکتا ہے اور ایک صاحب عقل سر پٹک سکتا ہے مگر کوئی انقلاب برپا نہیں کر سکتا۔ دنیا کا ہر انقلاب دیوانوں کے ساتھ آیا ہے۔

(مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کی تقریر سے اقتباس)

☆☆☆

دعوتِ دین میں جھجک کیسی؟

☆جن اصولوں کو حق مانا ہے ان کی تبلیغ اور نشر و اشاعت ماننے والے پر خود بخود لازم ہو جاتی ہے۔ ایسا ماننا کس کام کا ہے جو صرف سینے میں راز بن کر رہ جائے ایسی دوستی کس کام کی جس کا کسی وقت بھی اظہار نہ ہو۔ انسانوں کے گروہ در گروہ مسلمان کے چاروں طرف آباد ہوں، خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام سے بے خبر اور بے نیاز ہوں اور اس بے خبری اور بے نیازی میں گروہ در گروہ آگ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہوں لیکن مسلمان ان کے درمیان بے نیاز اپنی روز مرہ کی ضروریات میں مگن ہو۔ تبلیغِ حق کا کام تو ایسا وسیع الاطراف ہے کہ مومن کی توجہ کا ہر وقت مطالبہ کرتا ہے ہر وقت ضرورت ہے کہ مومن

اس کام میں چیونٹی کی طرح منہمک اور مچھلی کی طرح مضطرب ہو، اس کی نیکی جرأت مند، مضبوط، حوصلہ مند اور آگے بڑھنے کا داعیہ رکھتی ہو۔ بزدل، کمزور، بے حوصلہ اور پسپا ہونے والی نہ ہو۔ یہ وہ کام ہے جس میں انبیائے کرام علیہم السلام کی عمریں گزری ہیں جو دنیا کا سب سے زیادہ باوقار کام ہے۔ آدمی کو معزز بنانے والا اور اس کا رتبہ اونچا کرنے والا ہے۔ آخر لوگ دنیا کے بدتر سے بدتر کام کرتے ہیں اور کرتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتے، ڈگڈی مجمعوں کے اندر کھڑے ہوکر بجاتے ہیں، کھلے ہال کمروں میں برسرِ عام تھرک تھرک کرناچتے ہیں، بندر نچاتے ہیں اور سانپ نیولے لڑاتے ہیں اور ان کاموں میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے تو آخر دعوتِ دین اور تبلیغ حق کا کام ہی ایسا کیوں ہو جس پر آدمی شرمائے، لجائے اور کسی کے سامنے دعوتِ حق رکھتے ہوئے اس طرح گھبرائے جس طرح کسی جرم کا ارتکاب کیا جارہا ہو۔ یہ اگر جرم ہے تو پھر اس کے مجرموں نے تو دنیا میں ہمیشہ معزز ترین مقام حاصل کیا ہے۔ (ترجمان القرآن ڈاٹ کام)

تبلیغ کا فن

☆ اسلام سے تعلق جس طرح مسلمان سے اس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کا مطالبہ کرتا ہے اسی طرح تبلیغ دین کا کام اس سے یہ فن جاننے کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔ جن نظریات پر آدمی ایمان لایا ہے ان کو دوسرے لوگوں کے سامنے اس طرح پیش کرنا کہ ان کے لیے قابل قبول ہوں اور اگر وہ انہیں قبول نہ کریں تو کسی عصبیت میں مبتلا بھی نہ ہو جائیں۔ یہ بھی ایک آرٹ ہے جسے حکمتِ تبلیغ کہا جاتا ہے۔ اس کی نہایت عمدہ مثالیں اس کام کو کرنے والوں کے یہاں بے شمار پائی جاتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کو پاش پاش کر دیتے ہیں، سب کے نذرانے اٹھا اٹھا کر ایک بڑے بُت کے سامنے ڈھیر کر دیتے ہیں، اسی کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیتے ہیں اور پھر ان بتوں کے پرستاروں کے جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ اسی بڑے کا کام ہوگا اسی سے پوچھ لو۔ یہ سارا عملِ شکست وریخت ذوقِ بُت شکنی پورا کرنے سے زیادہ توحید باری تعالیٰ پر بہترین دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے لیکن اس حکمت سے کہ انہی بتوں کے پرستار اس امر کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ جن کو ہم پوجتے ہیں وہ بولتے نہیں ہیں، وہ سنتے نہیں ہیں، وہ کچھ جانتے نہیں ہیں، وہ حرکت تک نہیں کر سکتے چنانچہ نتیجہ خود بخود سامنے آجاتا ہے کہ پھر آخر وہ حاجات کیسے پوری کر سکتے ہیں۔ یہ دلیل ایسی وزنی ہے کہ مخالف گروہ در گروہ ہیں اور مقابل میں تنہا ایک فرد ہے لیکن دلیل کا وزن سب کو گنگ اور پست کر دیتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کے ساتھی قیدی خواب کی تعبیر پوچھتے ہیں تو وہ محض تعبیر بتا کر ہی خاموش نہیں رہ جاتے بلکہ تعبیر کا علم دینے والے اپنے مالک کا بھی عمدہ تعارف کراتے ہیں اور اس طرح اپنا حقِ تبلیغ ادا کر دیتے ہیں۔ دوسرے کے مطلب کی بات کہتے ہوئے اپنے مطلب کی بات ایسی حکمت سے کہہ دینا جو سننے والے کو اجنبی اور غیر مانوس معلوم نہ ہو یہی وہ حکمت ہے جس کا مطالبہ اسلام ہر مسلمان سے کرتا ہے۔ (ایضاً)

داعی ایک طبیب کی طرح ہے

☆ دراصل داعی اور مرشد کی حیثیت ایک طبیب کی ہے جس طرح طبیب کا فرض منصبی یہ ہے کہ وہ نباضی یا دوسرے آلات کے ذریعے بیماری کی صحیح کیفیت کا اندازہ کرنے کے بعد ہی علاج تجویز کرے اور اسے مناسب دوا کے ساتھ مناسب غذا اور پرہیز بتائے تا کہ مرض سے جلد از جلد چھٹکارہ پا جائے اور اس کی صحت وتندرستی بحال ہو۔ اسی طرح ایک داعی اور مرشد کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس کے ساتھ دعوت وارشاد کا عمل کرے پہلے اس کے حالات کا گہری نظر سے جائزہ لے اور پھر اس کے مناسب حال ترغیب، ترہیب یا دونوں سے ملا جلا طریقۂ دعوت اختیار کرے اور جس طرح طبیب مریض کے حالات کا صحیح جائزہ لیے بغیر درد شکم کے مریض کو اگر بخار کی دوا دے اور دست کے مریض کو مسہل دوائیں استعمال کرائے تو مرض میں کمی اور افاقہ کے بجائے مریض کی جان پر بھی بن سکتی ہے اور ”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“ جیسی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے اسی طرح داعی اور مرشد اگر مدعو اور مسترشد کے حالات کے خلاف یا نامناسب طریقۂ دعوت وارشاد اپنائیں اور غلط نسخۂ دعوت وہدایت تجویز کریں تو حالات سنگین ہو سکتے ہیں اور اس کے راہ راست پر آنے کے بجائے گمراہ ہونے اور راہِ حق سے منحرف ہو جانے کی زیادہ امید ہے۔

اسی لیے داعی پر لازم ہے کہ وہ دعوت وارشاد کے عمل میں نرمی کے ساتھ افہام وتفہیم کا طریقہ اپنائے اور ابتدا ہی میں سختی اور بائیکاٹ کی راہ نہ اپنائے۔

(دعوت نمبر، صفحہ ۱۰۰، مضمون: مولانا نفیس احمد مصباحی)

مساواتِ مردوزن کا نعرہ

(حقیقت کے اُجالے میں)

از: مولانا عبدالمبین نعمانی

اللہ تبارک وتعالیٰ جو احسن الخالقین ہے اس نے اپنی مرضی سے کائنات کی تخلیق فرمائی اور اپنے کرم سے انسانوں کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا فرمایا پھر اس کی حکمتِ کاملہ نے انسانوں کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ایک کو صنفِ قوی تو دوسرے کو صنفِ نازک بنایا یعنی اس خالق ومالک نے اپنے اختیارِ مطلق اور منشاو حکمت سے دونوں میں کچھ خاص فرق اور امتیاز بھی رکھا، دونوں کی شکل وصورت اور طبیعت وسیرت نیز بدن کی ساخت میں نمایاں فرق پیدا کیا۔ ایک کو قوتِ فاعلہ سے نوازا تو دوسرے کو منفعلہ سے، ایک کو ناز وادا دیا تو دوسرے کو شجاعت وبسالت سے سرفراز کیا، ایک کی طبیعت میں شرم وحجاب تو دوسرے میں ہیبت وسطوت رکھی اور یہ فرق وامتیاز ایسا فطری اور بدیہی ہے کہ اس میں کوئی انسان اپنی مرضی سے کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرسکتا۔ پھر یہ کہنا کہ مردوعورت میں مکمل مساوات ہونی چاہیے، دعویِ باطل ہے اور بے دلیل بھی۔ مومن ہونے کی حیثیت سے اور انسان ہونے کے اعتبار سے یوں ہی حقوق کی پاس داری کے لحاظ سے ضرور دونوں میں مساوات ہے کہ دونوں یکساں مسلمان اور انسان ہیں اور ہر ایک مساوی طور پر دوسرے کے حقوق کا پابند۔ قرآنِ مقدس نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ (نساء:۴-۳۴)

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔ (کنز الایمان)

اس آیت نے یہ بات بالکل واضح کردی کہ واقعی مردوعورت میں ہر اعتبار سے یکسانیت نہیں۔ مرد کو اللہ نے جو خالق ومالک ہے، حاکم بنایا اور عورت کو رعایا کا درجہ دیا۔ اب حاکم ومحکوم دونوں برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔ ہاں! جس طرح ہر حاکم پر ضروری ہے کہ اپنی رعایا کی خبرگیری کرے، اس کے ساتھ انصاف ودیانت کا سلوک کرے، ظلم سے اپنے کو بچائے اور ڈرتا رہے کہ اگر رعایا کے ساتھ ناانصافی ہوگی تو ہم سے قیامت میں سوال ہوگا۔ یوں ہی ہر شوہر اپنی بیوی کے بارے میں مسئول اور جواب دہ ہے اس کے ساتھ ناانصافی کرے گا جب بھی اور آزاد چھوڑے گا جب بھی کہ آزادی کی صورت میں وہ گناہ کرے گی اس کا ذمہ دار اس کے ساتھ اس کا شوہر بھی ہے جب کہ شوہر کے گناہ کے بارے میں عورت سے کوئی سوال نہیں ہوگا۔ ہاں! جب کہ عورت خود ہی گناہ کرے شوہر کا اس میں دخل نہ ہو تو وہ خود ہوگی۔ پھر اس فضیلت کا سبب بھی بیان فرمادیا جو مرد کو عطا کی کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتا اور اس کی کفالت کرتا ہے۔

مردوں اور عورتوں میں فرق کے سلسلے میں اسلام نے جن باتوں کا لحاظ رکھا ہے ان کو بھی ملاحظہ کریں مثلاً:

مردوں کو عورتوں پر عقل ودانائی، جہاد، نبوت، خلافت، امامت، اذان، خطبہ، جماعت، جمعہ، تکبیر، تشریق اور حدود وقصاص کی شہادت اور ورثے میں دوگنے حصے اور تعصب (عصبہ بنانے) اور نکاح وطلاق کا مالک ہونے اور نسبوں کے ان کی طرف نسبت کیے جانے اور نماز وروزہ کے کامل طور پر قابل ہونے کے ساتھ (کہ ان کے لیے زمانہ ایسا نہیں کہ نماز وروزہ کے قابل نہ ہوں) داڑھیوں اور عماموں کے ساتھ فضیلت دی۔ (خزائن العرفان)

مزید یہ کہ عورتوں اور لڑکیوں کے نفقے مردوں اور والد کے ذمے ہیں بلکہ مذکورہ آیت میں خاص طور سے اس بات کا ذکر کرکے فضیلت اور برتری کا اعلان فرمایا ہے اور مردوں کا نفقہ یا بالغ بچوں کا خرچ باپ کے ذمے نہیں گویا صنفِ نازک کو اسلام نے فکرِ معاش سے آزاد رکھا ہے۔ اتنے فرق کے باوجود بھی اگر کوئی کہے کہ عورتوں اور مردوں میں

کوئی فرق نہیں دونوں میں مساوات من کل الوجوہ ضروری ہے تو یہ بات مجنوں کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ غیر تو بے لگام ہیں ہی افسوس تو اس پر ہے کہ آج کے بعض نام نہاد مسلم بھی اسی رو میں بہے اور بہتے جا رہے ہیں جو منہ میں آ رہا ہے بک رہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اسلام دینِ فطرت ہے اور انسانی طبائع کے عین مطابق بھی اور اس دین کا نازل کرنے والا خدا ہے تو پھر ہمیں اپنی طرف سے اس میں رد وبدل کا کوئی اختیار نہیں۔ اللہ رب العالمین نے جس کو جہاں چاہا فٹ کیا اور جس کو جو منصب چاہا عطا فرمایا اور جسے جس کام پر چاہا مامور بنایا۔ اس دنیا میں ایک آدمی دوسرے کے دائرۂ کار میں دخل انداز نہیں ہوتا تو اس رب العالمین کے نظامِ قدرت میں ایک بندے کو رائے زنی کا بھلا کیسے اختیار مل سکتا ہے اور اگر کسی نے اس کی جرأت کی تو وہ سوچے کہ کس پر اعتراض کر رہا ہے اور کس کے نظام پر دخل انداز ہونے کی ناکام کوشش کر رہا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا!

یہ تو دنیاوی احکام تھے باقی رہا معاملہ آخرت کا تو وہاں سب کو اپنے اپنے اعمال کا برابر ثواب ملے گا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللہَ مِنْ فَضْلِہٖ اِنَّ اللہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (نساء:۴/۳۲)

مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی جس نے جو نیکی یا بدی کی اس کا وہ بدلہ پائے گا اس میں مرد وعورت کی کوئی تفریق نہیں نہ سنگل ڈبل کی کوئی بات ہے۔ یوں ہی دنیاوی کمائی اور مال کی ملکیت میں بھی کسی قسم کا فرق نہیں جیسے مرد اپنے مال اور جائیداد کا مالک ومختار ہے یوں ہی عورت بھی اپنے مال اور جائیداد کی مالک ومختار۔ بیوی کا معاملہ لونڈی، غلام جیسا نہیں کہ ان کا کل مال آقا کا ہوتا ہے نیز اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ عورت بھی مرد کی طرح مال کما سکتی ہے۔ ہاں! مگر شوہر کے حقوق جو اس کے ذمے ہیں ان کی ادائیگی کے بعد ہی کہ وہ حاکم بھی ہے اور اس کی جملہ ضروریات کا کفیل بھی۔ ہاں! اگر اس کے حقوق ادا کر کے کسب مال کا کوئی مشغلہ عورت اختیار کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اپنی کمائی کی وہ خود مالک بھی ہوگی۔ لہٰذا مردوں عورتوں سب کو اللہ کا فضل طلب کرنا چاہیے اس میں سب کا برابر کا حصہ ہے جو جس قدر محنت کرے گا اسی قدر وہ فضلِ خداوندی کا مستحق ہوگا اس کے فضل کا دروازہ سب کے لیے کھلا ہوا ہے اور اسی کی تائید درج ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (النحل:۱۶/۹۷)

جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور انہیں ان کا نیک (اجر) دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو۔ (کنز الایمان)

اور فرمایا:

وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یُرْزَقُوْنَ فِیْھَا بِغَیْرِ حِسَابٍ (المومن:۴۰/۴۰)

اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔ (کنز الایمان)

یوں ہی حقوق کے سلسلے میں بھی عورتوں اور مردوں کو یکساں پابند بنایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے:

وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ وَاللہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (بقرہ:۲/۲۲۸)

اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح شوہروں پر بھی عورتوں کے حقوق کی رعایت لازم ہے اس طرح کہ ہر ایک کو دوسرے کے حقوق ادا کرنے ہیں ان میں اگر کوتاہی ہوگی تو ہر ایک سے پوچھا جائے گا۔ ہاں! مرد کا درجہ ضرور بڑھا ہے لیکن اس کی وجہ سے کسی کا حق پامال نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہے مساوات مردوزن کا اسلامی معیار۔

آج کی ہماری گھریلو زندگی عام طور سے طرح طرح کی خرابیوں

سے دو چار نظر آ رہی ہے۔ بیشتر گھر جہنم کا نمونہ بن چکے ہیں، اخلاقی قدریں مردہ ہوتی جا رہی ہیں، حقوق کی پامالی عام ہے، عورتیں اور لڑکیاں خاص طور سے مغربی تہذیب اور فیشن کی ایسی دل دادہ بنتی جا رہی ہیں کہ جیسے ان کو اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں جب کہ خدا کا نازل کردہ قرآن اور عطا فرمودہ دین اسلام ہماری پوری زندگی کے بارے میں رہنما اصول رکھتا ہے اسلام نے ہمیں کہیں بھی تنہا نہیں چھوڑا ہے۔ گھروں میں مرد وزن کی لڑائی اور عورتوں کی عریانیت و بے پردگی نے تو پورے مسلم معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے کہیں کہیں تو پردے کا کچھ رواج باقی رہ گیا ہے ورنہ بالعموم تو پردہ اٹھتا اور حیا کا پانی چہروں سے اترتا ہی جا رہا ہے۔

ایسے ماحول میں علمائے کرام اور داعیانِ اسلام کی ذمے داریاں اور بڑھ جاتی ہیں کہ اس بگڑے ہوئے ماحول میں اگر مسلم معاشرے کو سنبھالا نہ دیا گیا اور مسلمانوں کو بروقت اسلامی احکام سے آگاہ نہ کیا گیا اور عذابِ آخرت سے بھرپور انداز میں نہ ڈرایا گیا تو ایک دن وہ نہ دیکھنا پڑے کہ مسلم اور غیر مسلم میں بظاہر کچھ فرق نظر نہ آئے گا۔

پردے اور حقوق نسواں سے متعلق مسلسل بیانات ہوں محافل وعظ میں، جمعہ کے دن مساجد میں، بڑے اجتماعات اور کانفرنسوں میں اس موضوع پر روشنی ڈالی جائے۔ یوں ہی اردو، ہندی اور دیگر علاقائی زبانوں میں بھی عام فہم اور موثر انداز میں لکھے ہوئے لٹریچر عام کیے جائیں تو کہیں کچھ انقلاب آسکتا ہے۔ جن دلوں میں ابھی ایمان باقی ہے اور جن سینوں میں محبتِ خدا و رسول کی دبی ہوئی چنگاریاں شعلہ بننے کے لیے تڑپ رہی ہیں وہ دل ضرور محفوظ ہوں گے اور ان سینوں میں اسلام کے شفاف آبگینے ضرور اپنی جھلک ڈالیں گے اور داعی کو تو اثر کے بارے میں سوچنا ہی نہیں چاہیے بلکہ **السعی منی والاتمام من الله** کے سہارے اخلاص کے ساتھ اپنے کام میں لگ جانا چاہیے۔ موثر حقیقی اور ہادیِ مطلق تو اللہ ہی ہے۔ ہاں! مقصود مخلوقِ خدا کی خیر خواہی ہو اور حصولِ رضائے الٰہی تو ثوابِ آخرت کہیں نہیں گیا ہے۔

﴿......﴾

کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی کا جشن ردائے فضیلت

مورخہ ۶/اپریل ۲۰۱۱ء بروز بدھ کلیۃ البنات الامجدیہ کا جشن ردائے فضیلت جامعہ کے صحن میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے جس میں فارغ التحصیل طالبات کو سند و ردا سے نوازا جائے گا۔

اس کی سرپرستی مخدومۂ اہلِ سنت حضرت اہلیہ محترمہ (حضور تاج الشریعہ صاحب قبلہ بریلی شریف) فرمائیں گی اور صدارت شہزادیِ صدر الشریعہ مخدومہ عالمہ عائشہ خاتون صاحبہ مدظلہا فرمائیں گی۔ اس جشن میں نظامت کے فرائض محترمہ عالمہ رضیہ شاہین صاحبہ صدر معلمات کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی انجام دیں گی۔ مورخہ ۵/اپریل ۲۰۱۱ء بروز منگل بوقت ۳/بجے دن رسم ختم بخاری شریف ہوگی اور اگلے دن مورخہ ۶/اپریل ۲۰۱۱ء بروز بدھ بعد نماز عشا جلسہ و رسمِ ردائے فضیلت منعقد ہوگی۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ اپنے گھر کی خواتین اور متعلقات کو اس پروگرام میں شرکت کی تلقین فرما کر فارغ التحصیل طالبات و اراکین ادارہ کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

نوٹ: یہ جشن صرف اور صرف عورتوں کے لیے مخصوص ہے۔

الداعی: علاء المصطفیٰ قادری (مدیر) کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی ضلع مئو۔ یوپی

فون:05461-222934-223319-223329

جرأت واستقلال کی پیکر معروف صحابیہ

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما

جن کی ذات سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی

از: مظہر حسین علیمی

آفتابِ رسالت، ماہتابِ نبوت، جناب احمدِ مجتبیٰ ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل عورت کا معاشرے میں کوئی مقام ومرتبہ نہیں تھا مختلف ملکوں میں عورت کو مختلف انداز میں دیکھا جاتا تھا۔ مشرق میں عورت مرد کے دامنِ تقدس کا داغ سمجھی جاتی تھی، روما اس کو گھر کا اثاثہ سمجھتا تھا، یونان اسے شیطان تصور کرتا تھا، توارت اس کو لعنتِ ابدی کا مستحق قرار دیتی ہے، کلیسا اس کو باغِ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا ہے اور یوروپ اس کو خدا یا خدا کے برابر مانتا ہے لیکن اسلام کا نقطۂ نظر ان سب سے مختلف ہے اسلام نے مرد کی طرح عورت کے بھی حقوق متعین فرمائے بلکہ اس صنف نازک کو مرد کے برابر درجہ دے کر مکمل انسانیت قرار دیا۔ عورتوں نے بھی مردوں کی طرح عظیم کارنامے انجام دیے اور جس طرح مردوں نے اشاعتِ اسلام میں اپنی قربانیاں پیش کیں اسی طرح عورتیں بھی اشاعت اسلام میں سرفہرست نظر آتی ہیں۔ جن مقدس خواتین نے مذہبی، علمی، عملی اور سیاسی خدمات پیش کیں ان میں ایک اہم نام حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا ہے۔ اس مضمون میں ہم آپ کی زندگی کے چند درخشاں پہلو پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

نام ونسب: آپ کا نام اسماء، کنیت ذات النطاقین ہے آپ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ آپ ہجرت سے ۲۷ رسال قبل مکہ شریف میں پیدا ہوئیں۔(۱)

قبولِ اسلام: اپنے شوہر حضرت زبیر بن العوام کی طرح انہوں نے بھی قبولِ اسلام میں پہل کی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ قبولِ اسلام میں حضرت اسماء کا اٹھارہواں نمبر تھا۔(۲)

فضل وشرف: رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رفیقِ سفر تھے۔ آپ دوپہر میں ان کے گھر تشریف لے گئے اور ہجرت کر جانے کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زادِ راہ تیار کیا، دو تین دن کا کھانا ناشتے دان میں رکھا، نطاق جس کو عورتیں کمر میں لپیٹتی ہیں پھاڑ کر اس سے ناشتے دان کا منہ باندھا۔ یہ وہ عظیم شرف تھا جس کی بنا پر آج بھی آپ کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔(۳)

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کر گئے تو ابوجہل آپ کے پاس پہنچا اور دریافت کیا کہ تمہارے والد کہاں ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ یہ سن کر ابوجہل نے آپ کو ایسا طمانچہ مارا جس سے آپ کے کان کی بالی زمین پر گر گئی۔ مظلوم خاتون بڑے صبر اور خاموشی کے ساتھ گھر میں چلی گئیں اور ابوجہل بکتا چلاّتا وہاں سے چلا گیا۔ آپ نے فرعونِ قریش کے قہر وغضب کی مطلق پروانہ کی اور ہجرت کے پر خطر راز کو اپنے نہاں خانۂ دل میں محفوظ رکھا۔

ہجرت کے بعد اتفاق سے عرصے تک کسی مہاجر کے یہاں کوئی اولاد نہ ہوئی اس پر یہودِ مدینہ نے یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے اور ان کا سلسلۂ نسب منقطع کر دیا ہے۔ یہی دن تھے کہ سن ار ہجری میں حضرت اسماء کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے گویا ہجرت کے بعد وہ مسلمانوں کے نومولودِ اول تھے۔ مسلمانوں کو حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت پر بے انتہا مسرت ہوئی اور انہوں نے فرطِ انبساط میں اس زور سے نعرہائے تکبیر بلند کیے کہ دشت وجبل گونج اٹھے۔ یہودی سخت نادم وشرمسار ہوئے کیوں کہ ان کے دجل وفریب کا پردہ چاک ہو گیا۔

حضرت اسماء بچے کو گود میں لے کر بارگاہِ رسول میں حاضر ہوئیں آپ نے بچے کو اپنی آغوش مبارک میں لیا ایک کھجور اپنے دہنِ مبارک میں لے کر چبائی اور پھر اسے لعابِ دہن کے ساتھ ملا کر ننھے عبداللہ کے منہ میں ڈالی پھر حضور نے بچے کے لیے دعائے خیر وبرکت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر جب جوان ہوئے تو حضرت اسماء ان کے پاس

رہنے لگیں کیوں کہ حضرت زبیر نے ان کو طلاق دے دی تھی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر نے چوں کہ گھٹی میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعابِ دہن نوش فرمایا تھا اس لیے جب آپ سنِ شعور کو پہنچے تو فضائل واخلاق کے پیکرِ مجسم تھے۔

جرأت واستقلال

ادھر سلطنتِ بنو امیہ کا فرماں روا (یزید) سرتاپا فسق وفجور میں مبتلا تھا حضرت عبداللہ نے اس کی بیعت سے صاف انکار کر دیا۔ مکہ میں اقامت گزیں ہوئے اور وہیں سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی چوں کہ آپ کی عظمت وجلالت کا ہر شخص معترف تھا اس لیے تمام دنیائے اسلام نے اس صدا پر لبیک کہا اور ملک کا بڑا حصہ ان کے علَم کے نیچے آ گیا لیکن جب عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا تو اس نے اپنی حکمتِ عملی سے بعض صوبوں پر قبضہ کر لیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقابلے کی تیاریاں کیں۔ شامی لشکر نے کعبۂ مقدسہ کا محاصرہ کیا تو حضرت عبداللہ اپنی والدہ کے پاس آئے اس وقت وہ بیمار تھیں۔ حال دریافت کیا تو بولیں کہ بیمار ہوں۔ کہا: آدمی کو موت کے بعد آرام ملتا ہے۔ حضرت اسماء نے فرمایا: شاید تمہیں میری موت کی تمنا ہے لیکن میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی میری تمنا یہ ہے کہ تم لڑ کر قتل کیے جاؤ اور میں صبر کروں یا تم کامیاب ہو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ہنس کر چلے گئے۔ شہادت کا موقع آیا تو دوبارہ ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کے تعلق سے مشورہ کیا۔ بولیں: بیٹا! قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہیں اس لیے کہ عزت کے ساتھ تلوار مارنا ذلت کے ساتھ کوڑا مارنے سے بہتر ہے۔ آپ نے والدہ کے حکم کی تعمیل کی اور لڑ کر جام شہادت نوش فرمایا۔ حجاج نے ان کی نعش کو سولی پر لٹکا دیا تین روز گزر گئے تو حضرت اسماء اپنی ایک کنیز کو لے کر اپنے بیٹے کی نعش پر آئیں۔ نعش الٹی لٹکی تھی دل تھام کر اس ہولناک منظر کو دیکھا اور نہایت استقلال سے کہا ”کیا اس سوار کے گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا“۔

حجاج کو چھیڑ منظور تھی اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ ان کو بلا کر لائے۔ حضرت اسماء نے انکار کر دیا اس نے پھر آدمی کو بھیجا کہ ابھی خیریت ہے ورنہ اب جسے بھیجا جائے گا وہ بال پکڑ کر گھسیٹ لائے گا۔ حضرت اسماء نے جواب دیا کہ میں نہیں جا سکتی۔ حجاج نے مجبوراً خود جوتا پہنا اور حضرت اسماء کی خدمت میں آیا اور حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

حجاج نے کہا: بتاؤ میں نے دشمنِ خدا کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

حضرت اسماء نے کہا: تو نے ان کی دنیا خراب کر دی اور انہوں نے تیری عاقبت خراب کی۔ میں نے سنا ہے کہ تو از راہِ طنز انہیں ذات النطاقین کا بیٹا کہتا ہے قسم خدا کی! ذات النطاقین میں ہی ہوں۔ میں نے ایک نطاق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کا کھانا باندھا تھا اور دوسرے کو کمر میں لپیٹتی تھی لیکن سن! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف میں ایک کذّاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا کذّاب کو تو دیکھ چکی اور ظالم تو ہے۔ حجاج نے یہ حدیث سنی تو چپکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔(۴)

چند دنوں کے بعد عبدالملک کا حکم پہنچا تو حجاج نے نعش اتروا کر یہود کے قبرستان میں پھنکوا دی۔ حضرت اسماء نے نعش اٹھوا کر گھر منگوائی اور غسل دلوا کر جنازے کی نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا تھا۔ غسل دینے کے لیے کوئی عضو اٹھایا جاتا تو ہاتھ کے ساتھ چلا آتا تھا لیکن حضرت اسماء نے یہ کیفیت دیکھ کر صبر کیا کہ خدا کی رحمت ان ہی پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوتی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دعا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبداللہ کی نعش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے۔ آپ کی یہ دعا قبول ہو چکی تھی چنانچہ حضرت ابن زبیر کی شہادت کا ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر سو سال تھی باوجود اس کے آپ کا ایک دانت بھی نہیں گرا تھا اور ہوش وحواس بالکل درست تھے۔(۵)

اخلاق وعادات: حضرت اسماء جب مدینۂ منورہ میں مقیم ہوئیں تو چند سال نہایت عسرت وتنگی میں بسر کیے۔ اس وقت آپ کے شوہر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نہایت مفلس اور تنگ دست تھے اور ان کی ساری متاع لے دے کر ایک گھوڑے اور ایک اونٹ پر مشتمل تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نخلستانِ بنونضیر میں کچھ زمین بطور جاگیر عطا فرمائی تھی چنانچہ شروع شروع میں وہ کاشت کر کے اپنی معاش کا سامان پیدا کرتے تھے۔ یہ زمین مدینۂ منورہ سے تین فرسنگ کی مسافت پر تھی۔ حضرت اسماء روزانہ وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے لاتیں، انہیں کوٹ کوٹ کر اونٹ کو کھلاتیں، گھوڑے کے لیے گھاس مہیا کرتیں، پانی بھرتیں، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں۔ ان کاموں کے علاوہ گھر کا دوسرا سب کام بھی خود ہی انجام دیتی تھیں۔ روٹی

اچھی طرح نہ پکا سکتی تھیں پڑوس میں چند انصاری خواتین تھیں وہ از راہِ محبت واخلاص ان کی روٹیاں پکا دیتی تھیں۔(۶)

شروع شروع میں حضرت اسماء غربت وافلاس کے باعث ہر چیز ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت اسماء سے فرمایا: اسماء! ناپ تول کر مت خرچ کیا کرو ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی نپی تلی روزی دے گا۔(۷)

حضرت اسماء نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو حرزِ جاں بنالیا اور فراخ دلی سے خرچ کرنے لگیں۔ خدا کی قدرت کہ اسی وقت سے حضرت زبیر کی آمدنی بڑھنے لگی اور قلیل عرصے میں ہی ان کے گھر میں دولت کی فراوانی ہوگئی۔

سخاوت وفیاضی

آسودہ حالی کے بعد بھی حضرت اسماء نے اپنی سادہ وضع ترک نہ کی، ہمیشہ روکھی سوکھی روٹی سے پیٹ بھرتیں اور موٹے کپڑے پہنتیں البتہ اپنی دولت کو نیک کاموں میں بے دریغ خرچ کرتی تھیں۔ جب کبھی آپ بیمار ہوتیں تمام غلاموں کو آزاد کر دیتیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ ہدایت کرتی تھیں کہ مال جمع کرنے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ حاجت مندوں کی امداد کے لیے ہوتا ہے۔ اگر تم بخل کرو گے تو اللہ عزوجل تمہیں اپنے فضل وکرم سے محروم رکھے گا ہاں! جو صدقہ کرو گے اور راہِ خدا میں خرچ کرو گے وہ تمہارے کام آئے گا کہ اس ذخیرے کے ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ اور والدہ اسماء سے زیادہ سخی نہ دیکھا فرق یہ تھا کہ حضرت عائشہ تھوڑا تھوڑا جمع کرتی تھیں جب کچھ رقم ہو جاتی تھی تو سب کی سب راہِ خدا میں لٹا دیتی تھیں اور حضرت اسماء جو کچھ پاتی تھیں اسی وقت تقسیم کر دیتی تھیں۔

حضرت اسماء راسخ العقیدہ مسلمان تھیں لیکن ان کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ دولتِ اسلام سے محروم تھیں اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو ہجرت سے پہلے طلاق دے دی تھی۔ ایک مرتبہ ان کی ماں مدینہ منورہ آئیں اور ان سے روپیہ مانگا حضرت اسماء نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ وہ مشرک ہیں کیا ایسی حالت میں ان کی مدد کر سکتی ہوں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: ہاں (اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو)۔(۸)

عبادت وریاضت: حضرت اسماء کمال درجے کی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ کثرتِ عبادت کی وجہ سے ان کے تقدس کا عام شہرہ ہوگیا تھا اور طرح طرح کے مریض ان کے پاس دعاے خیر کرانے آتے تھے۔ اگر کوئی بخار کا مریض آتا تھا تو اس کے لیے دعا کرتیں اور پھر اس کے سینے پر پانی چھڑکتیں اللہ تعالیٰ اسے شفا دے دیتا۔ حضرت اسماء نے کئی حج کیے تھے پہلا حج حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اس میں جو کچھ دیکھا تھا ان کو بالکل یاد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک دفعہ حج کے لیے گئیں اور مزدلفہ میں ٹھہریں تو رات کو نماز پڑھی پھر اپنے غلام سے پوچھا ''چاند چھپ گیا؟'' اس نے کہا ''نہیں''۔ جب چاند غروب ہوگیا تو بولیں ''اب رمی کے لیے چلو''۔ رمی کے بعد پھر واپس آئیں اور صبح کی نماز پڑھی۔ اس نے کہا آپ نے بڑی عجلت کی۔ فرمایا'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ نشینوں کو اس کی اجازت دی ہے''۔ جب کبھی مقامِ حجون سے گزرتیں، کہتیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یہاں ٹھہرتے تھے اس وقت ہمارے پاس بہت کم سامان تھا ہم نے اور عائشہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) نے عمرہ کیا تھا اور طواف کر کے حلال ہوئے تھے۔(۹)

علم وفضل: حضرت اسماء نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ۵۶/حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے ۲۲/صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہیں بقیہ سنن میں موجود ہیں۔(۱۰)

آپ کی روایت کردہ چند احادیث

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے ایک کسروانی جبہ نکالا جس کا گریبان دیباج کا تھا اور دونوں چاکوں میں دیباج کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور یہ کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو حضرت عائشہ کے پاس تھا جب حضرت عائشہ کا انتقال ہوگیا میں نے لے لیا۔ حضور اسے پہنا کرتے تھے اور ہم اسے دھو کر بیماروں کو بغرضِ شفا پلاتے ہیں۔(۱۱)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں اگر اپنی سوکن کی موجودگی میں یہ کہوں کہ میرے شوہر نے مجھے دیا ہے حالاں کہ انہوں نے نہیں دیا ہے تو کیا میرا یہ کہنا درست

ہے؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ایسی چیز کا دیا جانا ظاہر کرے جو دیا نہیں گیا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے جھوٹ کا لباس پہنا ہو۔(۱۲)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سورج گرہن کے روز حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نماز کسوف سے) فارغ ہوگئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے نہیں دیکھی تھی مگر اس جگہ پر دیکھ لی یہاں تک کہ جنت ودوزخ بھی، اور مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ قبروں میں تمہارا امتحان ہوگا دجال کے فتنے جیسی آزمائش یا اس کے قریب (راوی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ حضرت اسماء نے ان میں سے کون سی بات فرمائی) تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتہ آئے گا اس سے کہا جائے گا کہ اس شخص (حضور) کے متعلق تو کیا جانتا ہے؟ صاحب ایمان کہے گا: یہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس نشانیاں اور ہدایت کے ساتھ تشریف لائے، ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی۔ اس صاحب ایمان سے کہا جائے گا کہ آرام سے سوجا ہمیں معلوم تھا کہ تو ایمان والا ہے۔ اور اگر وہ منافق یا شک کرنے والا ہوگا تو کہے گا: مجھے نہیں معلوم میں لوگوں کو جو کچھ کہتے ہوئے سنتا تھا وہی کہہ دیتا تھا۔(۱۳)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! میری بیٹی کے چیچک نکلی تھی اور اس کے بال جھڑ گئے ہیں اور اب میں نے اس کی شادی کی ہے تو کیا میں اس کے بالوں میں مصنوعی بال جوڑ دوں؟ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بالوں میں جوڑ لگانے اور لگوانے والیوں پر اللہ کی لعنت۔(۱۴)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے شکم میں تھے اور جب میں (ہجرت کی خاطر مکہ سے) نکلی تو پورے دنوں سے تھی اور مدینہ جاتے ہوئے قبا میں قیام کیا تو قبا میں حضرت عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے۔ پھر میں انہیں لے کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور میں نے عبداللہ کو حضور کی آغوشِ مبارک میں دے دیا تو آپ نے ایک کھجور منگوائی اور چبا کر اسے عبداللہ کے منہ میں ڈال دیا۔ اس طرح حضرت عبداللہ کے پیٹ میں جو چیز سب سے پہلے گئی وہ رسولِ کریم کا لعاب دہن تھا۔ آپ نے انہیں کھجور کی گھٹی دی اور اس کے بعد ان کے لیے دعا کی اور فرمایا: اے اللہ! اس بچے کو برکت عطا فرما اور (ہجرت کے بعد مدینہ میں) مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے والا یہ پہلا بچہ تھا۔(۱۵)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں حوض پر موجود ہوں گا اور تم میں سے ہر آنے والے کو دیکھوں گا اور کچھ لوگوں کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا تو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے لوگ ہیں، میرے امتی ہیں۔ تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اِن لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا؟ یہ لوگ آپ کے بعد ہمیشہ جاہلیت کی طرف لوٹنے کی کوشش کرتے رہے۔ یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوملیکہ کہا کرتے تھے: اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں کہ ہم پھر ایڑیوں کے بل پلٹ جائیں اور اپنے دین کے معاملے میں فتنے میں مبتلا ہوں۔(۱۶)

اللہ رب العزت آج کی ہماری مسلم خواتین کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دینِ متین کی بیش بہا خدمات کی توفیق بخشے۔ آمین

حوالہ جات

۱) مجمع الزوائد، حصہ ۹، صفحہ ۲۶۰
۲) حاشیہ کنز العمال، جلد ۳، صفحہ ۳۸۸
۳) بخاری شریف، حدیث: ۵۸۰۷، باب التقنع
۴) مسلم شریف، حدیث: ۶۶۶۰، باب ذکر کذاب ثقیف ومبیرہا
۵) عظماء الاسلام، محمد سعید مرسی، موسسہ اقرأ قاہرہ
۶) مسلم شریف، حدیث: ۵۸۲۱، باب جواز ارداف المراۃ الاجنبیۃ
۷) بخاری شریف، حدیث: ۱۴۳۴، باب الصدقۃ فی ما استطاع
۸) بخاری شریف، حدیث: ۲۶۲۰، باب الہدیۃ للمشرکین
۹) بخاری شریف، حدیث: ۱۷۹۶، باب متی یحل المعتمر
۱۰) عظماء الاسلام، محمد سعید مرسی، موسسہ اقرأ قاہرہ
۱۱) مسلم شریف، حدیث: ۵۵۳۰، باب تحریم اناء الذہب والفضۃ
۱۲) ابوداؤد شریف، حدیث: ۴۹۹۹، باب فی المتشبع بما لم یعط
۱۳) بخاری شریف، حدیث: ۹۲۲، باب من قال فی الخطابۃ بعد الثناء اما بعد
۱۴) بخاری شریف، حدیث: ۵۹۳۵، باب الوصل فی الشعر
۱۵) بخاری شریف، حدیث: ۳۹۰۹، باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ
۱۶) بخاری شریف، حدیث: ۶۵۹۳، باب فی الحوض

﴿......﴾

سچ بولنے کی برکت

پیش کش: عظمیٰ ماجد، نوئیڈہ

کئی سو سال پہلے کی بات ہے عراق کے ایک قصبہ جیلان میں ایک لڑکا رہتا تھا۔ اس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا صرف ماں تھی وہ بڑی نیک اور عقل مند عورت تھی۔ اس نے پہلے تو لڑکے کو خود تعلیم دی پھر قصبے کے مدرسے میں بٹھا دیا۔ پھر لڑکے کے شوق کو دیکھ کر تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسے بغداد بھیجنے کا فیصلہ کر لیا مگر لڑکے کو بغداد بھیجنا آسان بات نہ تھی۔ ان دنوں سفر کرنا بڑا مشکل تھا لوگ گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔ راستے میں جگہ جگہ ڈاکوؤں کے گروہ موجود ہوتے تھے جو مسافروں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ اتفاق سے انہی دنوں ایک قافلہ بغداد جا رہا تھا ماں نے اپنے لڑکے کو اس قافلے کے ساتھ کر دیا اور چلتے وقت اسے نصیحت کی ''بیٹا! ہر حال میں سچ بولنا''۔ لڑکے نے اپنی ماں کی نصیحت پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اور پھر اس کی دعائیں لے کے قافلے کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہ قافلہ ابھی بغداد کے راستے ہی میں تھا کہ ایک جگہ ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور قافلے والوں کا مال واسباب لوٹنے لگے۔ ایسی حالت میں وہ لڑکا جس کی عمر اس وقت صرف بارہ سال تھی، چپ چاپ ایک طرف کھڑا تھا اس کے چہرے پر نہ کوئی گھبراہٹ تھی اور نہ پریشانی۔ اتنے میں ایک ڈاکو اس کے پاس آیا اور اس سے پوچھنے لگا۔ ''لڑکے! تیرے پاس بھی کچھ ہے؟'' لڑکے نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: ''ہاں چالیس دینار ہیں۔'' ڈاکو نے اسے مذاق سمجھا۔ وہ سوچنے لگا کہ بھلا اتنے سے لڑکے کر پاس چالیس دینار کہاں ہو سکتے ہیں؟ وہ ہنستا ہوا چلا گیا۔

کچھ دیر بعد ایک اور ڈاکو لڑکے کے پاس سے گزرا اس نے بھی لڑکے سے وہی سوال کیا اور لڑکے نے پھر وہی جواب دیا۔ پہلے ڈاکو کی طرح اس کو بھی اس بات کا یقین نہ آیا اور وہ اسے مذاق سمجھ کر ہنستا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرا ڈاکو آیا اس کے ساتھ بھی یہی گفتگو ہوئی۔ وہ اسے پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گیا اور کہنے لگا۔ سردار! یہ لڑکا کہتا ہے کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں لیکن اس کی شکل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ سردار نے حیرانی سے لڑکے کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا: ''کیا واقعی تمہارے پاس چالیس دینار ہیں؟ لڑکے نے جواب دیا ''جی ہاں!''۔ سردار نے پوچھا ''کہاں ہیں؟''۔ لڑکا بولا ''میرے کرتے کے اندر سلے ہوئے ہیں۔'' سردار نے لڑکے کا کرتا اُدھڑوا کر دیکھا تو اس میں سچ مچ چالیس دینار نکلے۔ وہ اور زیادہ حیران ہوا اور کہنے لگا ''لڑکے! کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم ڈاکو ہیں اور لوگوں کو لوٹنا ہمارا کام ہے''۔ لڑکے نے جواب دیا ''میں جانتا ہوں۔'' اس پر سردار نے نرمی سے کہا ''پھر تم نے یہ دینار چھپانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ اگر تم اپنی زبان سے نہ کہتے تو ہمیں خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ تمہارے پاس چالیس دینار ہیں۔'' اس پر لڑکے نے جواب دیا ''میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جا رہا ہوں یہ چالیس دینار میری والدہ نے حفاظت کے خیال سے میرے کرتے کے اندر سی دیے تھے تاکہ کسی کو پتا نہ چلے مگر رخصت ہوتے ہوئے انہوں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا! ہر حال میں سچ بولنا۔ ماں کی نصیحت ان چالیس دیناروں سے زیادہ عزیز ہے۔''

لڑکے کے سچ بولنے کا سردار کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ وہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔ ''افسوس، تجھ سے تو یہ لڑکا ہی ہزار درجے اچھا ہے جس نے اس حالت میں بھی اپنی ماں کی نصیحت کو یاد رکھا اور سچ سے منہ نہ موڑا۔ ایک تو ہے کہ خدا سے منہ موڑ کر برے کاموں میں پھنسا ہوا ہے۔''

عزیز نونہالو! جانتے ہو یہ لڑکا کون تھا؟ یہی وہ لڑکا تھا جو آگے چل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہوا جنہیں ہم غوث اعظم اور بڑے پیر صاحب بھی کہتے ہیں۔ حضور غوث پاک کے ایک سچ سے ڈاکوؤں کے دل کی دنیا بدل گئی۔ انہوں نے اپنی پیاری ماں کا کہنا مانا اور مشکل وقت میں بھی جھوٹ نہ بولے لہٰذا آپ بھی یہ آج سے تہیہ کر لو کہ ہمیشہ اپنی امی جان کا کہنا مانو گے اور جھوٹ نہ بولو گے۔

☆☆☆

ان باتوں پر غور کرو

☆مہمان بن کر جاؤ تو رتبے اور رُعب کو ساتھ نہ لے جاؤ۔

☆اسلام تو دشمنوں کے ساتھ بھی رواداری اور صلہ رحمی کا سبق دیتا ہے۔

☆ضد، عقل اور شعور کی دشمن ہوتی ہے۔

☆اللہ تعالیٰ ظاہر کو نہیں باطن کو، صورت کو نہیں دلوں اور نیت کو دیکھتا ہے۔

☆صبر بزدلی نہیں، ایک اصولی اور حوصلہ مند جذبہ ہے۔

☆ایسی دولت سے کیا فائدہ جس کے خرچ کرنے کا وقت نہ ملے۔

☆غلط آدمی کی غلطی کو معاف کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

☆مجرم پیدا نہیں ہوتا اسے ماحول، معاشرہ اور محرومیاں مجرم بنا دیتے ہیں۔

مرسلہ: شبانہ قریشی، ممبرا ممبرا تھانے۔

بیش قیمت باتیں

☆معتبر انسان کی عظمت کے آگے دل جھک جاتے ہیں۔☆شکر ہے کہ ذہنوں کی دنیا سب سے چھپی رہتی ہے۔ہم جو سوچتے ہیں اس کا کسی کو کوئی پتہ نہیں ہوتا۔☆شک کی بنیاد خرافات پر ہوتی ہے لہٰذا خرافات سے ہر دم بچتے رہنا چاہیے۔☆محفل اچھی ہونے کی اہمیت اس بات پر ہوتی ہے کہ محفل میں موجود لوگ کیسے ہیں۔☆چالاکی اور بے ایمانی فطرت میں نقب لگا دیتی ہے۔☆طاقتور بہادر نہیں ہوتا، بہادر تو وہ ہوتا ہے جس میں ضبط و تحمل ہوتا ہے۔☆عقل و دانش الفاظ میں نہیں بلکہ لفظوں کے معنی میں پنہاں ہوتی ہے۔☆مکمل شخصیتیں وہ ہوتی ہیں جن کا نام مخالف حلقے میں بھی عزت سے لیا جاتا ہے۔☆اجتماعی زندگی میں سب سے زیادہ اہم حسنِ معاملہ ہے اور کسی کے حق کو پوری طرح سے ادا کرنا امانت ہے۔☆بندوں کا حق ادا کرتے رہو بھوکے کو کھانا، پیاسے کو پانی، ننگے کو کپڑا دو اور پڑوسی کی خبر لیا کرو۔☆انسان مرتا ہے تو ساتھ کچھ نہیں لے جاتا صرف اس کے اعمال اس کے ساتھ جاتے ہیں۔

مرسلہ: سعدیہ مشتاق، حیدرآباد

ماں کی خوشی میں اللہ کی خوشی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جب وہ توریت شریف پڑھتا تو خوش آوازی کی وجہ سے مرد اور عورتیں سب ہی نکل پڑتے۔ یہ جوان شراب بھی پیا کرتا تھا ایک روز اس کی ماں اس سے کہنے لگی کہ اگر بنی اسرائیل کے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ تو شراب پیتا ہے تو وہ تجھے اپنے پڑوس سے نکال دیں گے۔ ایک دفعہ ایک رات وہ شراب کے نشے میں گھر آیا اور توریت شریف پڑھنے لگا لوگ جمع ہو گئے۔اس کی ماں نے اس سے کہا: اٹھ، وضو کر۔ نشے کی حالت میں اس نے ماں کے چہرے پر مارا جس سے اس کی ایک آنکھ نکل گئی اور ایک دانت ٹوٹ گیا۔ وہ کہنے لگی خدا تجھ سے کبھی راضی نہ ہو۔ جب صبح ہوئی اس نے اپنی ماں کو دیکھا تو کہنے لگا اے ماں! تجھے سلام کرتا ہوں اور اب سے قیامت تک تجھے کبھی نہ دیکھوں گا۔اس کی ماں نے جواب دیا خدا تجھ سے راضی نہ ہو جہاں مرضی ہو، جا۔ وہ پہاڑ پر جا کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور چالیس برس تک عبادت کرتا رہا یہاں تک کہ بہت ضعیف اور کمزور ہو گیا۔ پھر اس نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ اے مولائے کریم! اگر تو نے مجھے بخش دیا تو مجھے بتلا۔ ہاتفِ غیبی سے آواز آئی تیری ماں کی رضا مندی میں ہماری رضا ہے۔ یہ سن کر وہ واپس چلا گیا اور اس نے پکار کر کہا اے جنت کی چابی! اگر تو زندہ ہے تو نہایت خوشی ہے اور اگر تو فوت ہو چکی ہے تو (میرے لیے) مصیبت ہے۔اس کی والدہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے کہا میں تیرا فلاں بیٹا ہوں۔ ماں نے کہا خدا تجھ سے راضی نہ ہو۔اس نے آگے بڑھ کر ماں سے کہا اے ماں! یہی وہ ہاتھ ہے جس نے تجھے مارا، تیری آنکھ نکالی اور دانت توڑا تھا پھر اس نے اس ہاتھ کو کاٹ ڈالا۔اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے لیے لکڑیاں جمع کرو اور آگ جلاؤ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں اور آگ جلائی وہ اس میں کود پڑا اور بدن سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ دوزخ کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ کا مزہ چکھ لے۔ یہ خبر لوگوں نے اس کی ماں کو دی۔اس نے آواز دی اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا آگ کے اندر۔تب وہ کہنے لگی اے بیٹا! خدا تجھ سے راضی ہو۔اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو

حکم دیا انہوں نے اپنا ایک پر اس کی ماں کی آنکھ اور دانت پر مل دیا اس کی آنکھ اور دانت دونوں جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے پھر اس لڑکے کے جسم پر بھی مل دیا وہ بھی خدا کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہو گیا۔

مرسلہ: احسن گل، اٹک

نمازی کے آگے سے گزرنا بہت بڑا گناہ ہے

نماز اہم العبادات ہے، نماز مومن کی معراج ہے، نماز جنت کی کنجی ہے، نماز فلاح دارین کی ضامن ہے۔ نماز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے نہایت سکون واطمینان سے ادا کرنا چاہیے۔ ساتھ ہی دوسرے نمازیوں کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے کہ کہیں آپ کی وجہ سے دوسروں کی نمازوں کا خشوع وخضوع غارت تو نہیں ہو رہا ہے۔ قرآن وحدیث میں اہلِ ایمان سے نماز کو وقار وسکون سے ادا کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ آج کل مسلمانوں کا عجب حال ہے کہ وہ نماز میں اس قدر جلد بازی کرتے ہیں کہ نہ تو صحیح طور پر رکوع کرتے ہیں نہ ہی سجدہ اور دیگر ارکان کی صحیح ادائیگی کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں۔ اس طرح کی نماز کو حدیث میں ٹھونگ مارنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ آج نمازیوں کے آگے سے گزرنے کی وبا بھی عام ہوتی جا رہی ہے جب کہ نمازی کے آگے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس میں کیا گناہ ہے تو سو برس کھڑا رہنے بلکہ زمین میں دھنس جانے کو اچھا سمجھتا اور نمازی کے سامنے گزرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اس حدیثِ پاک سے وہ لوگ عبرت ونصیحت حاصل کریں جو نمازی کے آگے سے گزرنے کی جرأت کر بیٹھتے ہیں اور چند منٹ انتظار نہیں کرتے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور نماز اور آداب نماز کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔

مرسلہ: مدیحہ مظہر نشان پاڑہ روڈ، ممبئی ۹

بچوں سے باتیں

پیارے بچو! دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو دوسروں سے کچھ نہ سیکھتا ہو۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو وہ دوسروں کو دیکھ کر سیکھتا ہے اور کچھ اپنی کوشش کر کے سیکھتا ہے دونوں صورتوں میں سیکھنا اچھی بات ہے۔ انسان ہر کام اپنی عقل سے نہیں کرتا بلکہ بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جو ہم دیکھ کر یا کوشش کر کے ہی سیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے بزرگوں نے جو رسم ورواج اپنائے انہیں ہم آج بھی نبھا رہے ہیں یا اس کی تقلید کرتے چلے آ رہے ہیں اور یہ کوئی بُری بات بھی نہیں ہے مگر کسی بھی چیز کو اپنانے یا کوئی کام کرنے سے پہلے ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس میں کیا اچھائی ہے اور کیا برائی تو یہ ہماری عقل مندی کہلائے گی۔ اگر کسی غیر قوم کے اندر کوئی اچھی بات ہے تو اسے اپنانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نہ اپنانا تعصب کی بات ہوگی اور تعصب خود کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔

مرسلہ: نبیل فاروقی، گلبرگہ

خاموش رہنے میں برکت ہے

پیارے بچو! خاموشی بڑی عظیم دولت ہے جب کہ فضول گوئی بہت سی آفتوں کا مجموعہ ہے۔ زبان دل کا ترجمان ہے جو چھپی ہوئی باتوں اور رازوں کو بیان کرتا ہے۔ زبان کی مناسب اور غیر مناسب باتوں کا لوٹانا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح نکلے ہوئے تیر کا لوٹانا لہٰذا ہر عقل مند خاص طور سے ایک مومن پر ضروری ہے کہ وہ زبان کی حفاظت کرے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: :اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جو خیر اور بھلائی کی بات کرے اور فائدے میں رہے یا خاموش رہے اور نجات پائے۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے معاذ! جب تک تم خاموش ہو سلامتی میں ہو اور جب تم نے کلام کیا تو اس کا وبال تم پر ہوگا۔

مومن پر لازم ہے کہ بولنے سے پہلے چند شرائط کو ملحوظ خاطر رکھے تو ان شاء اللہ فضول گوئی کی آفتوں سے نجات پا سکتا ہے۔ اس لیے پیارے بچو! فضول گوئی سے بچو۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ پہلے تولو پھر بولو یعنی عقل مند آدمی وہ ہے جو سوچ سمجھ کر کوئی بات کہتا ہے اور بیوقوف وہ ہے جو محفل میں پہلے بول دیتا ہے اور پھر سوچتا ہے۔

مرسلہ: صالحہ عنبر، سری نگر

﴿.........﴾

عزیز نونہالو! یہ کالم آپ کے لیے ہے یہ کالم آپ کو کیسا لگتا ہے، آپ ہمیں لکھ کر بھیجیں، اس کے علاوہ اپنی پسندیدہ اور سبق آموز اسلامی کہانیاں نیز اچھی باتیں ارسال کیجیے، ہم آپ کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کو بھی شایع کریں گے، آپ کی نگارشات کا انتظار رہے گا۔ (ادارہ)

سخن فہمی

آل انڈیا تبلیغِ سیرت کا احیاے نو

بعض نئی مطبوعات کے تناظر میں

از: صادق رضا مصباحی

اگر آپ کو مذہبی کتابوں اور رسائل وجرائد سے دل چسپی ہے تو آپ نے آل انڈیا تبلیغِ سیرت کا نام ضرور سنا ہوگا یہ وہ عظیم الشان تنظیم ہے جسے ۱۳۶۷ھ میں مجاہدِ ملت حضرت علامہ الشاہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جماعتِ اہل سنت کے فروغ واستحکام اور ملی مسائل کے حل کے لیے قائم فرمایا تھا۔ایک وقت تھا کہ ہندوستان بھر میں اس کے نغمے گاے جاتے تھے اور اس کی خدمات کے ترانے کانوں میں رس گھولتے تھے لیکن چند ہی سالوں کے بعد اس کی آوازیں مدھم پڑنے لگیں اور رفتہ رفتہ لوگوں کے ذہن وفکر اسے فراموش کر بیٹھے۔ خیر! اب اللہ کا شکر ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے ایک فاضلِ اشرفیہ مولانا مجاہد حسین حبیبی صاحب اس کی تنِ بے جان میں جان ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اشاعتی ودینی کاموں کے حوالے سے اپنے مقاصد میں بہت حد تک کامیاب بھی ہیں۔آل نڈیا تبلیغِ سیرت کا احیاے نو کر کے وہ اشاعتی، دعوتی، تعلیمی، اصلاحی اور سماجی کاموں میں بڑی تیزی سے اپنا ایک الگ مقام بناتے جا رہے ہیں۔اپنے محدود ترین وسائل کے باوجود اپنے منصوبوں کو عمل سے مربوط کرنے اور حضور مجاہدِ ملت کے خوابوں کو تعبیر کرنے میں وہ جس طرح جد وجہد کر رہے ہیں یہ انہیں کا حصہ ہے۔مولانا موصوف چوں کہ کلکتہ میں رہائش پذیر ہیں اس لیے یہی ان کی سرگرمیوں کا مرکز بھی ہے۔ ماضی میں اس تنظیم نے بہت عظیم خدمات انجام دی ہیں اس وقت یہ ہمارا موضوع نہیں ہے اس کے جملہ حقوق بحق مولانا مجاہد حسین حبیبی محفوظ ہیں۔فی الحال اس تنظیم کے زیر اہتمام خلیفۂ مجاہد ملت الحاج مدثر حسین صاحب کی سرپرستی اور مولانا مجاہد حسین حبیبی کی نگرانی میں بہت سے شعبے چل رہے ہیں جو تبلیغِ دینِ متین میں سرگرمِ عمل ہیں۔ہم یہاں تبلیغِ سیرت سے شائع شدہ بعض کتابوں کا تعارف کرا رہے ہیں جو حال ہی میں ہمیں موصول ہوئی ہیں۔اس تنظیم نے اب تک تقریباً ۴۰ رکتابیں شائع کی ہیں اصلاحِ معاشرہ کے لیے یہ بہت اہم کتابیں ہیں چھوٹی چھوٹی یہ کتابیں بلا مبالغہ اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ انہیں بار بار شائع کیا جائے، عوام الناس تک زیادہ سے زیادہ پہنچایا جائے اور مخیّرینِ اہلِ سنت انہیں زیادہ سے زیادہ خرید کر مفت تقسیم کریں، ان کا تعارف کرانے کے دو مقاصد ہیں ایک یہ کہ ہمارے قارئین اس عظیم الشان تنظیم کے کام سے واقف ہوں اور دوسرے یہ کہ اس طرح کی کتابیں خریدیں، پڑھیں اور اپنے احباب و رشتے داروں کو تحفے میں دیں تا کہ ہمارا معاشرہ صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ بن سکے۔

(۱) **احادیثِ شفاعت**: یہ چھوٹا سا کتابچہ امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے ۱۶ ر صفحات کے اس کتابچے میں ان چالیس احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو شفاعت سے متعلق ہیں۔خاص بات یہ ہے کہ کم پڑھے لکھے لوگوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے احادیث کی عبارتوں پر اعراب بھی لگا دیے گئے ہیں اور ان کا مکمل حوالہ بھی موجود ہے۔ یہ کتابچہ ان لوگوں کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔طباعت صاف ستھری ہے اس کا تاریخی نام ”**اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین**“ ہے۔پانچ آیات اور چالیس احادیث سے مبرہن ومدلل یہ کتابچہ منکرینِ شفاعت پر زوردار طمانچہ ہے۔

(۲) **علمِ غیب**: پروفیسر مسعود احمد علیہ الرحمہ کے قلم سے نکلا ہوا یہ کتابچہ اپنے موضوع پر نہایت جامع ہے اور منکرینِ علم غیب کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ مصنف نے عقلی ونقلی دلائل کو اپنے مخصوص دل نشیں اسلوب سے کتاب میں اس طرح سجا دیا ہے کہ باذوق قاری اگر کتاب کا مطالعہ شروع کرے تو وہ اسے ختم کر کے ہی اٹھے گا۔۱۴ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب ان نوجوانوں تک ضرور پہنچانی چاہیے جو کالجیز میں زیرِ تعلیم ہیں اور بدقسمتی سے الحادیت کے دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں اور ان کے عقیدے منہدم ہو رہے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی خالی الذہن ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کرے تو انکارِ علمِ غیب کے عقیدے پر وہ ایک لمحہ ضرور سوچے گا اور ممکن ہے کہ اللہ عز وجل اس کے ذہن وفکر کے بند دروازے کھول دے اور تازہ ہواؤں سے اس کے پژمردہ عقائد میں زندگی کی برقی لہر دوڑ جائے۔ یہ کتاب بھی حوالہ جات سے لیس ہے۔

(۳) **تعظیم وتوقیر**: یہ کتابچہ بھی پروفیسر مسعود احمد علیہ الرحمہ کا ہے۔ اس میں مصنف نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے موضوع پر بہت خوبصورت اور دل کو موہ لینے والے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔اس کے مطالعے سے اذہان وافکار کے دروا ہوتے ہیں اور شبہات کے بادل چھٹتے نظر آتے ہیں شرط یہ ہے کہ قاری بالکل معروضی انداز میں خالی الذہن ہو کر اس کا مطالعہ کرے۔ یہ کتاب اختصار اور جامعیت کی اچھی مثال ہے یہاں بھی انہوں نے اپنی بات کو عقل ونقل کی میزان پر اس طرح رکھا ہے کہ مخالف کو جائے فرار نظر نہیں آتی۔۱۶رصفحاتی یہ رسالہ بھی حوالوں سے بندھا ہوا ہے۔

(۴) **رزقِ حلال کی اہمیت**: مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کا تصنیف کردہ یہ رسالہ رزقِ حلال کی اہمیت وفضیلت اور رزقِ حرام کی خباثت کو اُجاگر کرتا ہے۔انہوں نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کے متون سے اس کی خوبیاں اور خامیاں بیان کی ہیں اور پھر اسی تناظر میں لوگوں کے ذہن وفکر کو غور وخوض کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس وقت جب کہ حرام وحلال کی تمیز اٹھتی جارہی ہے بڑے بڑے تقدس مآب اور تقویٰ پیشہ لوگ بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کے زد میں ہیں ایسے میں ظاہر ہے کہ یہ معاملہ انتہائی سنگین صورتِ حال اختیار کر چکا ہے ۔بلاشبہ رزقِ حلال تمام عبادتوں کی صحت کی بنیاد ہے اگر اپنی عبادات کی عمارت سیدھی رکھنی ہے تو اس کی بنیادیں رزقِ حلال سے اٹھانی پڑیں گی اور اگر عبادتوں میں خشوع وخضوع پیدا کرنا ہے اور اپنے ذہن ودماغ کو پاکیزہ ہواؤں میں پرواز کرانا ہے تو پیٹ میں رزقِ حلال پہنچانا ضروری ہے ورنہ پرواز میں کوتاہی یقینی ہے۔اس پس منظر میں اس کتابچے کی بڑی اہمیت ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے لوگوں میں بے داری پیدا کرنی چاہیے بلکہ اس کے متعلق باقاعدہ ایک مہم چلائی جانی چاہیے ۔ضرورت ہے کہ اس کتاب کو گھر گھر فری تقسیم کیا جائے۔۲۴رصفحے کی اس کتاب کے اخیر میں مولانا مجاہد حسین حبیبی کا ایک مضمون ''آمدنی کے وہ ذرائع جو حرام ہیں'' بھی شامل ہے۔

(۵) **علمِ دین کی اہمیت**: اس کتاب کے مصنف مولانا مجاہد حسین حبیبی مصباحی ہیں۔علم دین کی اہمیت وفضیلت اور ضرورت وافادیت پر مصنف نے اجمالی طور پر بہت ساری باتیں قارئین تک پہنچادی ہیں۔ تقریباً ۴۰رعناوین پر گفتگو کرتے ہوئے کتاب میں علمِ دین کی اہمیت وفضیلت اور ضرورت وافادیت پر اچھا خاصا مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ پیش لفظ مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کا جب کہ ''رائے گرامی'' خلیفۂ مجاہدِ ملت حضرت الحاج مدثر حسین صاحب قبلہ کی ہے۔عصرِ حاضر کی چکا چوندھ میں لوگ علمِ دین سے غافل ہوتے جارہے ہیں اس تناظر میں کتاب کی وقعت اور بڑھ جاتی ہے۔

(۶) **عورت اور پردہ**: ۱۶رصفحات کا یہ کتابچہ عورت کی حیثیت اور پردے کی اہمیت پر روشنی ڈال رہا ہے۔ بدقسمتی سے آج دونوں کو الگ الگ کر دیا گیا ہے حالاں کہ دونوں کو ایک کر دینے ہی میں عافیت ہے۔ اسلام کا بھی یہی حکم ہے اور انسانیت کا فطری تقاضا بھی یہی ہے۔ان دونوں کو الگ الگ کر دینے سے جو خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں وہ جگ ظاہر ہیں۔ڈاکٹر مسعود احمد کا قلم بڑا زرخیز ہے وہ جس موضوع کو چھوتے ہیں تو اسے خوبصورت اور بامعنی بنا کر ہی چھوڑتے ہیں ان کی دیگر تصنیفات کی طرح یہ کتابچہ بھی اس حقیقت کا ایک جیتا جاگتا مظہر ہے۔ انہوں نے آیات واحادیث کی علاوہ دل کو اسیر کر لینے والی ایسی باتیں تحریر کی ہیں جو احساس میں پیوست ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ہماری ان بہنوں کو جو پردے کے بارے میں تذبذب کا شکار ہیں یا پردے سے عملاً دور ہیں، انہیں قبولِ حق کے جذبے کے ساتھ یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔

(۷) **نماز کی اہمیت**: آج نماز سے غفلت عام ہے عوام تو عوام خواص بلکہ اخص الخواص کہلائے جانے والے لوگ بھی اس غفلت کا شکار ہیں حالاں کہ یہ اہم العبادات ہے اس کے بغیر چھٹکارہ نہیں۔ ایسا نہیں کہ عوام الناس نماز کی اہمیت وفضیلت سے واقف نہ ہوں ۔ یہ خوب جانتے ہیں کہ ترکِ نماز پر کیا وعیدیں ہیں مگر شیطان کے چکر میں پڑ کر یہ نماز بڑی آسانی سے چھوڑتے ہیں۔ مولانا مجاہد حسین حبیبی نے اس کتاب میں بے نمازیوں کو ان کے بھیانک انجام سے ڈرایا ہے اور نمازیوں کو خوش خبری سنائی ہے۔کہیں کہیں ضمناً نماز کے مسائل بھی آگئے ہیں۔۳۲رصفحات کی یہ کتاب مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب کی نظرِ ثانی کے بعد شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔

(۸) **عورت اور ہمارا معاشرہ**: اس موضوع پر مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب نے ۸۲رعناوین کے تحت مختصر مگر بھرپور انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورت کی کیا حیثیت ہے، اسے کیا کرنا چاہیے، کن چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے، اسلام میں عورت کا کردار کیسا ہوتا ہے نیز عورتوں کے حقوق وفرائض کیا ہیں۔ ان سب عناوین پر صاحبِ کتاب نے اجمالاً لیکن بہت اچھے طرزِ ابلاغ سے قارئین تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی سعی کی ہے۔اس میں عورت کی مختلف حیثیتوں ماں، بہن، لڑکی، بیوی اور دیگر حیثیتوں پر واضح ارشادات موجود ہیں۔

خاص طور پر ازدواجی زندگی کے متعلق بڑے اچھے طرز سے رہنمائی کی گئی ہے۔ ۴۸رصفحات کی یہ کتاب اصلاحِ معاشرہ کے لیے بہت عمدہ کتاب ہے۔ قارئین دو تین نشستوں میں اس کا مکمل مطالعہ کر سکتے ہیں۔

آل انڈیا تبلیغِ سیرت کلکتہ کی فی الحال ہمیں اتنی ہی کتابیں موصول ہوئی ہیں۔ پڑھنے لکھنے اور اصلاح و دعوت کا کام کرنے والے حضرات مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کر کے کتابیں منگوا سکتے ہیں۔ یہ کتابیں خوب پھیلائی جائیں اور عوام الناس کو تحفے میں دی جائیں ان شاء اللہ بہت ساری غلط فہمیوں کا اندھیرا چھٹے گا اور انہیں اسلام کی طرف صحیح رہنمائی ملے گی۔ میرا خیال ہے کہ ان میں بعض کتابیں اتنی اہم ہیں کہ انہیں مختلف زبانوں میں شائع کر کے مختلف حلقے کے لوگوں تک پہنچایا جانا چاہیے۔

رابطہ نمبر: 09830367155

☆☆☆

دوماہی ''مسلک'' کا تازہ شمارہ

سہ ماہی افکار رضا (ممبئی) کے بند کرنے کے بعد اب محترم زبیر قادری ''مسلک'' لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ زیرِ نظر شمارہ جنوری فروری ۲۰۱۱ء کا ہے۔ ۸۰رصفحات پر مشتمل اس دوماہی رسالے میں خاصا وقیع مواد ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ فہرست پر ایک نظر ڈال لیں تا کہ سرسری طور پر مشمولات کا نقشہ آپ کے ذہن میں آجائے۔ یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول، فرائض، سنتیں اور نوافل کا قرآن واحادیث سے ثبوت، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم واختیار اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ، گستاخِ رسول کی سزائے موت: چند ضروری وضاحتیں، امام حسن کا سرِ اقدس کہاں ہے، دیوبندی خود بدلتے نہیں ''کتابوں'' کو بدل دیتے ہیں، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وقت کی قدر و قیمت، مزاروں کے مجاور یا علم وعرفان کے شناور، کیا عیدِ میلاد منانا جائز ہے، امریکہ ایران اتحاد کا پردہ فاش، ابحاثِ ضروری (جدید) مع رسالہ شکوک کفارہ اخبارات۔

مدیرِ اعلیٰ زبیر قادری صاحب نے بڑے اچھے عنوان سے بڑا اچھا اور فکر انگیز اداریہ لکھا ہے ہم سب کو ان کی آواز پر لبیک کہنا چاہیے۔ اس رسالے میں بعض مضامین دل چسپی سے پڑھنے کے لائق ہیں مگر براہِ کرم اسے مانگ کر نہیں خرید کر پڑھیے۔ اس پرچے کی قیمت ۲۰ر روپے کوئی زیادہ نہیں معلوم ہوتی۔ مسلک کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

رابطہ نمبر: 09867-934085

☆☆☆

مومن کی پہچان

از: عتیق الرحمٰن رضوی نوری مشن مالیگاؤں

ترجمہ نگاری بظاہر سہل مگر بڑا دشوار گزار کام ہے جو کسی بڑی ذمے داری سے کم نہیں۔ علما کہتے ہیں کہ ترجمہ نگاری کے لیے یہ باتیں بہت اہم ہوتی ہیں کہ ترجمہ نگار دونوں زبان وادب سے واقف ہو۔ جس میں وہ ترجمہ کرنا چاہتا ہے اور جس کا وہ ترجمہ کر رہا ہے اور ساتھ ہی وہ دونوں کے اسالیب اور حیات وتاریخ سے بھی واقفیت رکھتا ہو کیوں کہ اکثر الفاظ کے معانی اور استعمال زمانے اور رواج کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں لیکن ترجمہ نگاری سے اصل مراد اور مفہوم پر اثر نہیں پڑتا۔

انہیں خصوصیات سے پُر زیرِ تبصرہ کتاب ''مومن کی پہچان'' ہے جو حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کے عربی رسالہ ''صفۃ المؤمن والمؤمنۃ'' کا اردو ترجمہ ہے جسے مولانا مظہر حسین علیمی (معاون ایڈیٹر ماہنامہ سنی دعوت اسلامی) نے اردو زبان میں ڈھالا ہے اور سنی دعوت اسلامی کے شعبۂ تحقیقات وتصنیفات ''ادارہ معارف اسلامی'' نے اسے شائع کیا ہے۔

عرضِ مترجم سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے جس میں انہوں نے کتاب کی دریافت کا حال، ترجمے کے مراحل سے لے کر شائع ہونے تک کی روداد مختصر الفاظ میں قلم بند کر دی ہے۔ رسالے پر تقریظ امیر سنی دعوت اسلامی مولانا شاکر علی نوری کی ہے۔ پیش لفظ جماعتِ اہل سنت کے مشہور ادیب وقلم کار علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی نے تحریر کیا ہے گویا انہوں نے کتاب کا نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ عربی متن کی تقدیم وتحشیہ رمزی سعد الدین دمشقی کا ہے انہوں نے اسے پہلی بار شائع کیا تھا۔ اصل رسالہ (عربی) تین صفحات پر مشتمل ہے جس میں حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کے چھوٹے چھوٹے اقوال مومن کے اوصاف سے متعلق درج ہیں جیسے ☆ مومن نام ونمود اور شہرت کو پسند نہیں کرتا ☆ مومن بہت ذاکر اور صابر وشاکر ہوتا ہے ☆ مومن نرم طبیعت اور نرم خو ہوتا ہے ☆ مومن لالچی ہوتا ہے اور نہ ڈرپوک ہوتا ہے ☆ مومن بد خلق ہوتا ہے نہ کم عقل ہوتا ہے ☆ مومن صاحبِ استقامت ہوتا ہے وغیرہ

اسی طرح مومنہ (مسلم خاتون) کے اوصاف گناتے ہوئے کہتے ہیں ☆ مومنہ اپنی آواز کو پست رکھتی ہے اور اکثر خاموش رہتی ہے۔ ☆ مومنہ نرم طبیعت ہوتی ہے اور زبان کی حفاظت کرتی ہے ☆ وہ حیا میں ڈوبی ہوئی، فحش کلامی سے محفوظ ہوتی ہے وغیرہ **بقیہ صفحہ ۵۴ پر**

دینی، علمی، مذہبی اور دعوتی سرگرمیاں

از: ادارہ

مدرسہ طیبہ شاخ سنی دعوتِ اسلامی کی طیبہ کانفرنس

۱۴؍جنوری ۲۰۱۱ء بروز جمعہ مدرسہ طیبہ شاخ سنی دعوت اسلامی (جوگیشوری، ممبئی) کی جانب سے طیبہ کانفرنس بڑے تزک واحتشام سے منعقد کی گئی۔ بعد نمازِ مغرب کانفرنس کا آغاز حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب (مدھیہ پردیش) نے تلاوتِ کلام اللہ سے کیا بعدہ مدرسہ طیبہ کے تقریباً ۲۰؍طلبہ نے بہترین انداز میں نعت وبیان پیش کر کے عوام اہلِ سنت سے داد وتحسین حاصل کی۔ پروگرام میں طلبہ وطالبات کے لیے انعامات بھی رکھے گئے تھے اور ان میں مقابلہ آرائی کا مظاہرہ بھی تھا۔ اول، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کو مخصوص انعام دیا گیا۔ اول انعام مدرسہ طیبہ کے ایک ہونہار طالبِ علم محمد فرید خواجہ کو ملا جب کہ دوم اور سوم انعام محمد حبیب انصاری اور محمد مصطفیٰ نے حاصل کیا۔ باقی طلبہ کو ترغیبی انعامات پیش کیے گئے۔ یہ انعام علمائے کرام کے ہاتھوں سے پیش کیے گئے۔ انعامی سلسلہ ختم ہونے کے بعد قاری محمد رضوان خان صاحب نے مدھ بھری آواز میں نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عوامِ اہلِ سنت کو محظوظ کیا۔ تقریباً آدھا گھنٹے تک نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سلسلہ جاری رہا اس کے بعد امیرِ سنی دعوت اسلامی حافظ وقاری محمد شاکر علی رضوی نوری نے ایک فکر انگیز اور پُر مغز خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ ’’آج ہماری قوم کا بُرا حال ہے رات کے سناٹے میں جب دنیا محوِ خواب ہوتی ہے تو ہمارے نوجوان گلی کوچوں میں ٹہلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ افسوس صد افسوس یہ نوجوان رات کے وقت سڑکوں پر بیٹھ کر شراب پی کر پوری رات نشے میں گزار دیتے ہیں کیا یہی ہمارا ماحول ہونا چاہیے؟ خبردار! اگر آپ دین ودنیا کی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے علم حاصل کرو‘‘۔ امیر سنی دعوت اسلامی نے اپنے خطاب کے اختتام پر مدرسے کے اراکین وسوپر ینگ ویلفیئر سوسائٹی کو دعائیں دیں۔

آپ کے فوراً بعد مفکر اسلام حضرت علامہ محمد قمر الزماں خاں اعظمی (جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن) نے امیر سنی دعوت اسلامی کے دیئے ہوئے موضوع (علم) پر بھرپور، پُرمعنی اور اپنے مخصوص لب ولہجے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسا مدلل خطاب فرمایا کہ لوگ حیرت واستعجاب میں ڈوب گئے اور برجستہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی علامہ کا بیان ایسا تھا جو دل میں گھر کر گیا۔ آپ نے علم کے تعلق سے ایسا خطاب فرمایا کہ اس سے پہلے لوگوں نے نہیں سنا تھا۔ آپ نے فرمایا ’’جولڑ کا ماں باپ کا فرماں بردار ہوتا ہے وہی وفادار کہلاتا ہے اور جو فرماں بردار نہیں ہوتا وہ غدار کہلاتا ہے‘‘۔ آپ نے اپنے خطاب میں یہ زور دے کر فرمایا کہ ’’آج لوگ علما وطلبہ کو گری نگاہوں سے دیکھتے ہیں وہ لوگ مجرمانہ حرکت کرتے ہیں‘‘۔ آپ نے طلبہ کی تعظیم کے تعلق سے فرمایا کہ ’’جب طالب علم چلتا ہے تو حدیث کے مطابق اس کے قدموں کے نیچے فرشتے پر بچھا دیتے ہیں آج لوگ ان کو حقیر نگاہوں سے دیکھتے ہیں اس لیے کہ وہ غریب ہیں یا مالدار نہیں ہیں لیکن آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ دورِ مغلیہ میں علما کی تنخواہیں دوگنی ہوا کرتی تھیں اور آج ہماری حکومت کی پالیسی کی وجہ سے دنیاوی علم حاصل کرنے والے کو دوگنا اور دین کا علم حاصل کرنے والے کو تھوڑے روپیے دیے جاتے ہیں۔ اے لوگو! تم اہل علم کی تعظیم کرو کیوں کہ جب یہ چلتے ہیں تو فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں‘‘۔ آخر میں مفکرِ اسلام کی خصوصی دعاؤں سے کانفرنس کا اختتام ہوا۔

سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام عرسِ اعلیٰ حضرت

’’جب بھی زبان پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا نام آتا ہے تو عشقِ رسول کی ایک تصویر نمایاں ہو جاتی ہے آج ہر کوئی اپنے آپ کو عاشق رسول کہتا ہے لیکن ایک سچے عاشق رسول کی تعریف جس پر صادق آتی ہے وہ امام احمد رضا بریلوی کی ذات گرامی ہے۔ وہ ایسے عاشق رسول تھے کہ ان کے نزدیک ہر غم ہر پریشانی کا علاج ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا ذکر ہی تھا‘‘۔ ان خیالات کا اظہار امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا شاکر نوری صاحب قبلہ نے ۲۹؍جنوری بروز سنیچر کو بعد نماز عشا اسماعیل حبیب مسجد میں کیا۔ وہ سنی دعوت اسلامی کے ہفتہ واری اجتماع

میں مبلغین اورعوام الناس سے خطاب کررہے تھے۔انہوں نے مزید کہا کہ آدمی کوجس سے محبت ہوتی ہےتواس کی آنکھ اپنے محبوب کے عیوب تلاش کرنے میں اندھی اوراس کی زبان گونگی ہوجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جس نے بھی حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکت میں عیوب نکالنے کی کوشش کی تواعلیٰ حضرت نے ان کا تعاقب فرمایامگر بدقسمتی سے لوگوں نے ان کے خلاف محاذ قائم کیاحالانکہ انہوں نے جن لوگوں پرکفر کا فتویٰ لگایاوہ ذات رسالت کی توہین کی بنیاد پرلگایا۔مولانا موصوف نے ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ امام احمد رضا نے ان پراپنی طرف سے فوراکوئی حکم نہیں لگایا بلکہ کئی سالوں تک انتظار کیاتوہین رسالت کاارتکاب کرنے والوں کوخطوط لکھے انہیں ان کی عبارتوں پرمتنبہ کیامگر جب انہوں نے اپنی عبارتوں کی تاویل کی توانہوں نے اپنی طرف سے کچھ نہ کہہ کرعلماے حرمین شریفین کی خدمت میں یہ ساری عبارات پیش کردیں اور یہ حکم وہیں سے لگالہٰذاامام احمد رضاپر یہ الزام غلط ہے کہ انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کیا۔ مولانا شاکرنوری نے مزید کہا کہ امام احمد رضاعلم وعمل اورعشق رسول کے اعتبار سے یقیناًامام عصر تھے آپ کالکھاہواسلام مصطفیٰ جان رحمت قصیدہ بُردہ کی طرح دنیا بھرکے اردوداں سنی حلقے کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ انہوں نے فتاویٰ رضویہ (ترتیب جدید،تیس جلدوں) ، ترجمۂ قرآن کنزالایمان اورحدائق بخشش نیزکم وبیش ایک ہزارکتابیں لکھ کرایمان وعقیدے کاتحفظ کیا۔مولانا شاکرنوری صاحب کے علاوہ دیگرلوگوں نے بھی اپنے اپنے طور پرامام احمد رضا کوخراج عقیدت پیش کیا۔اسماعیل حبیب مسجد کےعلاوہ سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام چلنے والے دیگراداروں میں بھی عرس اعلیٰ حضرت منایا گیااوران کوخراج عقیدت پیش کیا گیا۔

☆☆☆

ہبلی میں سنی دعوت اسلامی کا دوروزہ سنی اجتماع

سرزمین ہبلی کرناٹک میں سنی دعوت اسلامی کا دو روزہ سنی اجتماع ۲۲،۲۳رجنوری بروزسنیچراتوارمنعقدہوا۔پہلے دن کے اجتماع کا آغاز حافظ وقاری سیدمجاہدصاحب اورحافظ وقاری غلام عبدالقادر جیلانی صاحب کے دعائیہ کلمات سے ہوا۔مبلغ سنی دعوت اسلامی جناب عظمت اللہ صاحب نے نعتیہ کلام پیش کیا۔راقم نے’’علمِ دین کی فضیلت‘‘اورمبلغ سنی دعوت اسلامی الحاج امتیازصاحب نے’’حالات حاضرہ میں عقیدے کی حفاظت‘‘ کے عنوان پر خطاب کیا۔ بعدہ مفتی محمد زبیر صاحب(ایڈیٹرماہنامہ سنی دعوت اسلامی) نے خواتین کے ذریعے پوچھے گئے درجنوں سوالات کے جوابات دیتے ہوئے فرمایا کہ ماں کی گود بچے کے لیے مدرسہ بھی ہےاوراسکول اورتربیت گاہ بھی ہے۔مائیں اپنے بچوں کوعدم توجہی کی بناپرجہنم کا ایندھن بھی بناسکتی ہیں اور چاہیں تو عاشق رسول بناکرجنتی بھی بناسکتی ہیں۔بعدنمازعصر بلبلِ باغِ مدینہ الحاج قاری رضوان صاحب نے اپنے بصیرت افروز بیان کے ساتھ نعتیہ کلام پیش فرمایااورآپ ہی کی رقت انگیز دعاؤں کے ساتھ بعدنماز مغرب خواتین کا یہ ایک روزہ اجتماع اختتام پذیرہوا۔

دوسرے روز کا اجتماع بھی قاری سیدمجاہد صاحب کی تلاوت اور حافظ وقاری غلام عبدالقادر جیلانی کی دعا سے شروع ہوا۔محمد نظام الدین نے نعتِ مقدس پیش کی۔اس کے بعدراقم الحروف (ممتازنوری) نے ’’دل کی صفائی‘‘اورالحاج امتیاز صاحب نے’’مسافر کی نماز کے مسائل‘‘ کو بڑے سہل انداز میں بیان کیا۔الحاج محمد رضوان صاحب نے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے حاضرین کو چند وظائف اور دعائیں سکھائیں۔حضرت مفتی زبیر برکاتی مصباحی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ پرتفصیلی خطاب فرمایا۔آپ نے لوگوں کے ذریعہ پوچھے گئے کئی سوالوں کے جواب بھی دیے۔

بعدنمازِمغرب پیر طریقت حضرت علامہ تنویر ہاشمی صاحب قبلہ نے تحریک سنی دعوت اسلامی کی اہمیت وافادیت کواجاگرکرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت جماعت اہل سنت کی نظریں تحریک سنی دعوت اسلامی پرلگی ہوئی ہیں۔یہ تحریک عالمی سطح پر جماعتِ اہلِ سنت کی ترجمان کی حیثیت سےمشہورومعروف ہوتی چلی جارہی ہے۔یہ تحریک ہرایک سنی مسلمان کی ضرورت بن گئی ہےاس لیے کہ اس تحریک سے جڑنے کے بعدنوجوانانِ ملت اسلامیہ برائی سے دور ہوتے ہوئے مدینۂ طیبہ سے قریب ہوجاتے ہیں۔بعدنمازِعشاسیدمحمد فاروق اورمبلغ سنی دعوتِ اسلامی محمد عرفان نے نعتِ مبارک پیش کی پھرقائدِتحریک حضرت حافظ وقاری مولانا شاکرعلی نوری صاحب قبلہ نے امتِ مسلمہ کے زوال کی طرف جانے کے کئی اسباب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا’’کہ جب مسلمانوں پرمصیبت آتی ہےتو وہ شورمچانے لگتے ہیں اور جب اللہ کی طرف سےنعمت نصیب ہوتی ہے تو اللہ کو بھول جاتے ہیں جب کہ ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہنا مسلمان کی پہچان ہے۔آپ نے مزیدفرمایا’’اگرآپ چاہتے ہیں کہ دلوں سے باطل کاخوف نکل جائے تواپنی عارضی نمازوں کومستقل نمازوں

میں بدل لو۔ آپ نے خصوصی طور پر لوگوں کو یہ پیغام دیا کہ تحریک سنی دعوت اسلامی سے وابستہ ہوکر اپنے معاشرے کو شیطانی فرقوں سے بچاؤ۔ آج نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ دنیاوی عیش وعشرت میں مبتلا ہے انہیں چاہیے کہ وہ راتوں میں فلمیں دیکھنا، سیرئل دیکھنا بند کریں اور لہو ولعب سے باز آجائیں کیوں کہ ہم اگر ہر وقت نیکی نہیں کر پاتے ہیں تو کم ازکم گناہوں سے تو بچ ہی سکتے ہیں۔

پھر مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خان اعظمی نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ ہی عبادت ہے دیگر ارکان کو وہ نظر انداز کردیتے ہیں حالانکہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں اہم العبادات تو ہیں ساتھ ہی مومن کا میدانِ عمل میں اٹھنے والا ہر قدم عبادت ہے۔ مومن چلتا ہے تو عبادت ہوتی ہے، مومن بیٹھتا ہے تو عبادت ہوتی ہے، مومن سر اٹھاتا ہے تو عبادت ہوتی ہے، مومن سر جھکاتا ہے تو عبادت ہوتی ہے، تبسم ریز ہوتا ہے تو عبادت ہوتی ہے، مومن کاروبار کرتا ہے تو عبادت ہوتی ہے، مومن درس دیتا ہے تو عبادت ہوتی ہے، مومن زندگی کے جس میدان میں قدم اٹھائے گا ہر قدم عبادت کے نام لکھا جائے گا۔ مومن کا نظامِ عبادت زندگی کے تمام گوشوں کو شامل کیے ہوئے ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ پہلے کے مقابلے میں آج غریبوں اور مسکینوں کی تعداد بڑھی ہوئی ہے جب کہ زمینیں فصلوں کے بجائے سونا اگل رہی ہیں مگر اس کے باوجود دنیا کے بیشتر ممالک بھوک مری کا شکار ہیں۔ غریبوں کی خون پسینے سے حاصل ہونے والی دولت سے امیروں کی تجوریاں بھر رہی ہیں۔ مفکرِ اسلام نے کہا کہ اسلام نے انسانوں کو سرمایہ داری کے مضر اثرات سے بچانے اور سرمایہ داری کو متوازن رکھنے کی خاطر زکوٰہ کا نظام عطا کیا ہے۔ قرآن فرماتا ہے ”تم ہی بلند رہوگے اگر تم مومن ہو“ کیوں کہ مومن کا ہر قدم عبادت ہوتا ہے۔

اخیر میں امیر سنی دعوتِ اسلامی حضرت حافظ وقاری مولانا شاکر علی نوری صاحب قبلہ کی رقت انگیز دعاؤں اور صلوٰۃ وسلام پر یہ اجتماع ختم ہوا۔ اجتماع میں حافظ وقاری عبدالماجد صاحب، حافظ خواجہ صاحب، مولانا غلام ربانی نجمی، مولانا اسماعیل نجمی، مولانا نیاز احمد، مولانا صاحب جان وغیرہ کے علاوہ شہر اور بیرون شہر کے درجنوں علما اسٹیج پر موجود تھے۔ اجتماع میں کم وبیش ایک لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔

رپورٹ: ممتاز نوری نجمی، ہبلی

☆☆☆

الثقافۃ السنیہ کیرالا میں جشن امام احمد رضا

جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ میں ہر سال کی طرح امسال بھی عالی شان تقریب بنام عرس امام احمد رضا کا انعقاد تنظیم ایم ایس او کے زیر اہتمام ہوا۔ تقریب میں بحیثیت مہمانِ خصوصی مولانا علی ثقافی، گنجی محمد ثقافی، دی پی ایم فیضی اور کے کے احمد مسلیار رہے۔ اس موقع پر شیخ ابوبکر مسلیار نے اپنے صدارتی خطاب میں امام احمد رضا کے دعوتی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ امام احمد رضا ایسی عظیم عبقری شخصیت ہیں کہ جن کی حقانیت وصداقت کو علماے عجم وعرب نے تسلیم کیا ہے مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسول کا چراغ روشن کرنے والی ذات نے مبتدعینِ اسلام کا منہ توڑ جواب دیا اور عقیدۂ توحید ورسالت کی سچی پاسبانی کا فریضہ نبھایا جس کی وجہ سے آج پوری دنیا میں ان کی عظمت کا اعتراف کیا جارہا ہے۔ شیخ نے مزید کہا کہ امام احمد رضا کی علمی ودعوتی خدمات قابلِ تقلید وتحسین ہیں لیکن چند شر پسند انہیں بریلوی مسلک کے نام سے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کوئی الگ مسلک نہیں بلکہ مسلک اہل سنت وجماعت ہے جو صحابہ کرام سلف صالحین سے منسلک ہے۔ ڈائریکٹر جامعہ مرکز عبدالحکیم ازہری نے کہا کہ انگریزوں کی ناپاک حرکتوں کی بنا پر امتِ مسلمہ میں مسلکی اختلاف پیدا ہوا یہ ان کی چال تھی کہ مسلمانوں کو دو حصوں میں بانٹ کر ملک پر حکومت کی جائے اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈے تیار کر کے عظمتِ رسول کو ختم کیا جائے لیکن اس وقت بریلی کی سرزمین پر مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت نے ناموس رسالت کی حفاظت کی اور محبت رسول پر ہونے والے حملوں کا سدِ باب کیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن سے حافظ رحمت اللہ نے کیا بعدہ منظوم خراجِ عقیدت جناب احمد رضا نے پیش کیا جب کہ نظامت کے فرائض شمس تبریز نے انجام دیے۔ آخر میں مصطفیٰ مصباحی نے سامعین کو ہدیۂ تشکر پیش کیا اور موسیٰ ثقافی کی دعاؤں پر تقریب کا اختتام ہوا۔ **رپورٹ: عبدالکریم امجدی، میڈیا انچارج**

جامعہ غوثیہ کے طلبہ نے جشنِ رضا منایا

سنی دعوت اسلامی ممبئی کا مرکزی ادارہ جامعہ غوثیہ نجم العلوم کے طالبان علوم نبویہ نے ۲۵ رصفر المظفر بروز اتوار کو امام احمد رضا بریلوی کے عرس پاک کے موقع پر ایک عظیم الشان محفل بنام ”جشن رضا“ منعقد کی جس میں نظامت کے فرائض مشتاق نوری (متعلم) نے انجام دیے۔

طالبِ علم محمد عمران نے تلاوت کلام اللہ سے محفل کا آغاز کیا، دورانِ نظامت ناظمِ محفل نے اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت علیہ الرحمۃ والرضوان کے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور علم کے حوالے سے کچھ روشنی ڈالی۔ محمد فیصل حشمتی اور محمد توصیف حشمتی نے بارگاہِ مجددِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں منقبت کا نذرانہ پیش کیا۔ محفل میں مولانا صادق رضا مصباحی، مولانا خالد نجمی، مولانا نجیب اللہ نجمی، مولانا نفیس نجمی، مولانا سرفراز نجمی اور مولانا غوث محی الدین نجمی شریک تھے۔ صلاۃ وسلام کے بعد ٹھیک ۲/بج کر ۳۸ منٹ پر فاتحہ خوانی ہوئی اور مولانا خالد رضا نجمی کی دعا کے ساتھ مبارک محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: مولانا نجیب اللہ نجمی، ممبئی ۔۳

☆☆☆

الرضا اسلامک جونیئر ہائی اسکول پورن پور پیلی بھیت کے زیر اہتمام سیرتِ مصطفیٰ کمپٹیشن بحسن وخوبی اختتام پذیر

اتر پردیش کے مردم خیز علاقے ضلع پیلی بھیت کے ایک شہر پورن پور میں عید میلا دالنبی کے موقع پر یہاں کے ایک ممتاز اور معیاری تعلیمی ادارے الرضا اسلامک جونیئر ہائی اسکول کی جانب سے ۱۴، ۱۵/فروری بروز اتوار اور پیر کو ایک عظیم الشان کمپٹیشن بنام ''سیرت مصطفیٰ کمپٹیشن'' منعقد ہوا۔ یہ پوری تحصیل بلکہ پورے ضلع میں اب تک کا سب سے معیاری، بامقصد اور نتائج کے اعتبار سے نہایت کامیاب پروگرام تھا اس میں شہر اور اطراف کے تقریباً دو سو سے زائد طلبہ وطالبات نے شرکت کی ۔۱۴/فروری طلبہ کے لیے اور ۱۵/فروری طالبات کے لیے مقرر تھی۔ کمپٹیشن میں پوچھے جانے والے سوالات چونکہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کی تصنیف ''سیرت مصطفیٰ'' سے کیے گئے تھے اس لے اس کتاب کو جس کی قیمت مارکیٹ میں ۱۳۰/روپے ہے ادارے کے معلمین کی طرف سے کمپٹیشن میں شریک ہونے والوں کو صرف ۵۰ روپے میں دی گئی تھی۔ طلبہ اور طالبات کے لیے الگ الگ سوال نامے بنائے گئے تھے ہر سوال نامے میں ۱۰۰/سوالات تھے اور ان کے نیچے ان کے چار جوابات لکھے گئے تھے ان میں ایک صحیح جواب کو ٹک کرنا تھا۔ پرچے کا طریقہ کار یہ تھا کہ ہر سوال نامے کو چار کتابچوں کی صورت میں بنوایا گیا تھا۔ اس طریقے سے کوئی بچہ نقل نہیں کرسکتا تھا کیوں کہ ہر بچے کو پرچہ الگ الگ سوالات کا محسوس ہوا۔

کمپٹیشن میں اول ،دوم اورسوم آنے والے طلبہ وطالبات کو انعامات سے نوازا گیا۔ پورے ۱۰۰/سوالات حل کرنے والے طالب علم یا طالبہ کو ۹۱۳/روپے کا چاندی کا میڈل دیا گیا اور اول آنے والے کو ۷۸۶/روپے کا چاندی کا میڈل، دوم آنے والے کو ۳۱۳/روپے کا جبکہ سوم آنے والے کو ۹۲/روپے کا چاندی کا میڈل دیا گیا۔ طلبہ میں محمد حامد رضا اول، حافظ محمد فہیم دوم اور محمد رئیس نے سوم درجے پر رہے۔ طالبات میں نیاز بی اول، شہانہ نوری دوم اور رخسار بی سوم رہیں۔ ادارے کے بانی ومہتمم جناب صابر علی رضوی نے بچوں کو انعامات واسناد سے نوازا اور انہیں میڈل پہنائے۔ ادارے کی سرپرست محترمہ اصغری بیگم نے انعام پانے والی بچیوں کو انعام واسناد اور اعزاز سے نوازا۔ یہ کمپٹیشن بہت کامیاب رہا یہ پورے ضلع میں اب تک کا اپنی نوعیت کا واحد کمپٹیشن تھا اسے کامیاب بنانے میں جہاں ادارے کے دیگر اساتذہ کا اہم رول رہا وہیں خصوصیت کے ساتھ ادارے کے پرنسپل محترم سرتاج علی نے انتھک محنت کی اور انہیں کوششوں سے یہ اتنا معیاری بن سکا۔ اس کمپٹیشن کے پورے علاقے میں بہت اچھے اثرات پڑے اور سنجیدہ پڑھے لکھے لوگوں نے اسے کافی سراہا اور ادارے کے بانی ومہتمم محترم صابر علی رضوی کو مبارک باد دی۔ **(رپورٹ: احمد رضا قمر قادری، استاذ ادارہ ھذا)**

☆☆☆

حضرت مفتی نسیم اشرف حبیبی کو حضور مجاہد ملت ایوارڈ

ڈربن ساؤتھ افریقہ میں اہلِ سنت کے نمائندہ ادارہ ''امام مصطفیٰ رضا ریسرچ سینٹر'' کے زیر اہتمام ۱۴/محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۲۰۱۰ء کو ''عرس مفتیِ اعظم ہند'' کے عظیم الشان اجلاس اور ملک کے درجنوں علمائے کرام ومشائخ عظام کے اجتماع میں حضرت علامہ مفتی محمد نسیم اشرف حبیبی مدظلہ العالی کو ساؤتھ افریقہ اور دیگر پڑوسی ممالک میں تقریباً تیس سال سے تدریسی، تحریری، تقریری، تبلیغی، دینی، علمی، مذہبی، قومی اور ملکی خدمات انجام دینے کے اعتراف میں ''حضور مجاہد ملت ایوارڈ'' پیش کیا گیا۔ یہ ایوارڈ جہاں حضرت مفتی صاحب قبلہ کی خدمات کا اعتراف ہے وہیں حضور مجاہد ملت حضرت علامہ الشاہ محمد حبیب الرحمٰن القادری علیہ الرحمہ کے علم وفضل، عشق وعرفان، اخلاص وعزیمت، جہاد فی اللہ اور ان کی روحانیت کے انوار سے منور وتابناک زندگی کو بھی خراجِ عقیدت ہے۔

از: محمد ظفر احمد عزیزی، محمد قمر احمد عزیزی
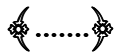
قارئین کے خیالات وتاثرات

از:ادارہ

اسلام کا نظام عدل ومساوات

عدل وانصاف انسانی معاشرے کی بقااور ترقی کے لیے بے پناہ ضروری ہے۔عدل کے بغیر انسانی معاشرہ حیوانات اور درندوں کے جنگل میں تبدیل ہوجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انسانی معاشرے کی بنیاد عدل وانصاف پر رکھی ہے۔قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ عدل سے کام لو عدل تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ جب تم فیصلہ کروتو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔نیز ارشاد فرمایا گیا کہ کسی قوم کا ظلم وعدوان تمہیں ناانصافی پر نہ ابھارے تم ہر حال میں عدل سے کام لو اللہ تمہیں عدل وانصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

اس طرح کی درجنوں آیاتِ مبارکہ میں عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا گیا کہ عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو خواہ وہ تمہارے اپنوں یا اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

کسی معاشرے میں عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس معاشرے سے طبقاتیت اور ہر طرح کی عصبیت کا خاتمہ کیا جائے کسی قوم کا احساسِ برتری عدل کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے یہی وجہ ہے کہ احساسِ برتری کی شکار اقوام دوہرے معیار کا شکار ہوجاتی ہیں اور اپنے علاوہ دوسری اقوام پر ظلم کو اپنا حق تصور کرتی ہیں۔

عصرِ قدیم کے فراعنہ اور نمرودوں نے بنواسرائیل پر بے پناہ ظلم ڈھائے،ان کے بچوں کو قتل کیا،ان کی نسل کشی کی،انہیں غلامانہ زندگی پر مجبور کیا اور یہ ظلم صدیوں تک جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مظلوم انسانوں پر رحم فرمایا اور انبیاے کرام کے ذریعے عدل کا نظام قائم فرمایا مگر جب بنواسرائیل کے اندر انبیاے کرام کی تعلیمات سے انحراف پیدا ہوا تو ان کے احساسِ برتری نے اور اس دعوے نے کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، دوسروں پر خاص طور پر مسلمانوں پر ظلم کی انتہا کردی۔

وہ عربوں کا قتلِ عام اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں اور صابرہ اور شتیلہ جیسے کیمپوں میں ہزاروں مسلمانوں کے قتلِ عام پر بھی ان کا ضمیر بیدار نہیں ہوتا اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔یونانیوں کے اس احساسِ برتری نے انہیں دوسری اقوام کو غلام بنائے رکھنے کا جواز فراہم کیا اور صدیوں تک وہ ایشیا اور یوروپ کو تاخت وتاراج کرتے رہے۔ رومیوں اور ایرانیوں کی قومی عصبیت نے سرزمینِ عرب کو میدانِ جنگ میں تبدیل کردیا شام اور اردن کے ممالک میں رومی،عربوں کو اپنے ظلم وستم کا تختۂ مشق بناتے رہے اور عراق وغیرہ پر ایران نے قبضہ کر کے ظلم کی انتہا کردی اور جب ان دونوں قوموں میں جنگ ہوتی تو عرب کی سرزمین ان کی خون آشامیوں سے لالہ زار ہوجاتی اور جب قیصر وکسریٰ کی جنگیں نہ ہوتیں تو عرب قبائل کا احساسِ برتری صدیوں تک خونریز جنگوں کا بنیادی سبب تھا۔ہندوستان میں مختلف قوموں کی آویزش اور ہزاروں سال تک راجاؤں کی جنگیں نسلی عصبیت ہی کا نتیجہ تھیں یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے رنگ ونسل اور طبقاتی امتیازات کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔

آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔فضیلت کا معیار تقویٰ ہے جو انسان کو عدل پر قائم رکھتا ہے اور ہر طرح کے ظلم سے باز رکھتا ہے۔

اسلام نے اپنے نظامِ عدل کی بنیاد احترامِ آدمیت پر رکھی۔ انسان کو خالقِ کائنات کا شاہکار قرار دیا اور ارشاد فرمایا: **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** ہم نے انسان کو بہترین تقویم میں پیدا فرمایا: **لقد کرمنا بنی آدم** ہم نے انسان کے سر پر تاجِ کرامت رکھا اور پھر انسانوں کو ہر طرح کی نخوت،طبقاتیت،احساسِ برتری اور قومی عصبیت سے پاک کرنے کے لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ قرآن نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمام انسانوں کو ایک ہی جان سے پیدا فرمایا۔ ان احکامات کا بنیادی مفہوم ایک عادلانہ نظام کے قیام کے لیے انسانی شعور کو بیدار کرنا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا آج کے دن کی حرمت کی طرح تمہاری جان و مال اور عزت وآبرو ایک دوسرے کے لیے قابلِ احترام ہے۔

ایران کے کسریٰ نے سپہ سالارِ اسلام ربعی ابن عاد سے جب عربوں کی غربت وافلاس کا تذکرہ کر کے انہیں کم تر ثابت کرنے کی کوشش کی تو سپہ سالارِ اسلام نے جواب دیا تھا۔

ہم اس سرزمین پر اس لیے آئے ہیں کہ ہم انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے آزادی دلا کر خدا کی بندگی کی دعوت دیں اور حکام کے جور وظلم سے نجات دلا کر اسلامی عدل وانصاف کا معاشرہ قائم کریں۔

آج بھی احساسِ برتری کی شکار اقوامِ مغرب پوری دنیا پر ظلم کر رہی ہیں۔ عراق، افغانستان، بوسینیا، چیچنیا، فلسطین، شام اور افریقی ممالک میں ظلم ونا انصافی اور طاقت وقوت کے مظاہرے کو اپنا حق تصور کرتی ہیں اور انہیں سیاسی معاشی اور فکری غلام بنا کے رکھنے کے لیے کوشاں ہیں۔

جب تک دنیا کی تمام قومیں اسلام کے نظامِ عدل کو اختیار نہیں کریں گی ناانصافیاں اور خون آشامیاں بند نہیں ہوں گی۔ اسلام اور صرف اسلام حقیقی عدل وانصاف اور امن عالم کا ضامن ہے۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

از: **علامہ قمر الزماں اعظمی** (لندن)

☆☆☆

تحریک کا مدرسہ شہری مدرسوں میں ممتاز ہے

اصلاحِ اعتقاد وعمل اور تبلیغِ سنت وشریعت کی مشہور وممتاز تحریک سنی دعوت اسلامی کی دعوت پر اس کے زیر اہتمام چلنے والے مرکزی دینی تعلیمی ادارے الجامعۃ الغوثیہ نجم العلوم واقع ڈونگری ممبئی کے درجاتِ نظامیہ کے طلبہ کے تقریری امتحانی جائزے کے لیے ممبئی حاضری ہوئی۔ ۱،۲/ اگست دو دنوں میں اطمینان سے تعلیمی جائزے میں محسوس ہوا کہ ممبئی کی شہری چکا چوند میں رہتے ہوئے بانیِ ادارہ حضرت مولانا محمد شاکر نوری امیر سنی دعوت اسلامی اور ان کے رفقاء کار حضراتِ اساتذہ کرام اور منتظمین نے طلبہ کے لیے ضروری سہولیات کے ساتھ انتہائی پرسکون اور مناسب ماحول فراہم کر کے بظاہر ایک ناقابلِ عمل چیز کو قابلِ عمل بنا دیا ہے۔

عمومی طور سے طلبہ غیر تعلیمی سرگرمیوں اور دوسرے جھمیلوں سے بالکل دور بلکہ یک گونہ نفور ہو کر مصروفِ عمل رہتے ہیں عبادت اور طبعی ضروریات سے فراغت کے بعد ان کا سارا وقت درس اور مطالعہ و مذاکرہ میں استعمال ہوتا ہے۔ انہیں مناسب ماحول، تعلیمی وسائل، اچھے اساتذہ، اچھے انتظام کار، اچھی لائبریری اور اچھے نظام ونصاب نے ذوق ومحنت کی بدولت بہت سے شہری مدرسوں کے طلبہ سے ممتاز بنا دیا ہے اور یہ یہاں سے اچھی صلاحیت وتربیت لے کر میدان عمل میں اتر رہے ہیں اور مقبول بھی ہیں۔ یہاں تربیت پر بھی خصوصی توجہ ہے جو بعض مدارس میں ہی دکھتی ہے۔ خصوصی یونیفام میں تعلیم وتعلم میں مصروف یہ سنجیدہ لائق طلبہ عجیب منظر پیش کرتے ہیں جس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ کاش یہی ماحول ہمارے سارے تعلیمی اداروں میں پیدا ہو جائے۔ والسلام

فروغ احمد اعظمی مصباحی

خادم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی، یوپی، ہند

(۲۱، شعبان ۱۴۳۱ھ۔ ۳، گست ۲۰۱۰)

☆☆☆

مشمولات وقیع اور معیاری ہیں

آپ کی ادارت میں شائع ہونے والا ماہنامہ سنی دعوت اسلامی باصرہ نواز ہوا اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ کا یہ رسالہ معنوی اور صوری اعتبار سے بے حد مفید اور خوبصورت ہے۔ پیغام میں مولانا محمد شاکر نوری صاحب نے حیاتِ طیبہ کے حوالے سے ڈپریشن کے متعلق پر مغز پیغام تحریر کیا ہے۔ واقعی ہم اگر نبیِ رحمت کے طریقے کو اپنائیں تو طمانیتِ قلب حاصل ہو سکتی ہے۔ توبہ کی افادیت پر آپ کا مضمون بھی پسند آیا دیگر مشمولات بھی وقیع اور معیاری ہیں ان سے دینی معلومات میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ اس خوبصورت رسالے کے لیے دلی مبارک باد قبول فرمائیں۔

سعید رحمانی، ایڈیٹر ادبی محاذ کٹک، اڑیسہ

☆☆☆

دین اور عقل

ہمارے یہاں لوگ بالعموم کہتے ہیں کہ دین کا عقل سے کیا تعلق؟ یہ تو بس مان لینے کی چیز ہے۔ چنانچہ اِس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ دین کے احکام اگر عقل پر مبنی ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کے اوپر مسح کرنے کا حکم نہ دیتے۔ عقل کا تقاضا یہی تھا کہ پاؤں چوں کہ زیادہ تر نیچے سے گندے ہوتے ہیں اِس لیے مسح بھی وہیں کیا جاتا۔ ہمارے نزدیک یہ نقطۂ نظر کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید بالصراحت کہتا ہے کہ سارا دین عقل پر مبنی ہے۔ وہ اپنے تمام احکام وعقائد اِسی بنیاد پر انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اُس نے جو بات بھی کہی ہے اُس کے لیے ہر جگہ عقلی دلائل پیش کیے ہیں۔ وہ اِن دلائل سے گریز کی راہ اختیار کرنے والوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ اپنی عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔ قرآن مجید کا مطالعہ اگر تدبر کے ساتھ کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انسان دین کو ماننے اور اُس کی ہدایات پر عمل کرنے کا مکلّف ہی اِس لیے ٹھہرایا گیا ہے کہ اُس کے پروردگار نے اُسے عقل کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک بھلا چنگا آدمی جس کے کسی عضو میں کوئی نقص نہیں ہوتا، محض عقل سے محروم ہو جانے کی وجہ سے دین میں تمام ذمہ داریوں سے بری قرار دیا جاتا ہے۔ وہ باقی ہر لحاظ سے صحیح سالم ہونے کے باوجود قرآن وحدیث کی رو سے نہ روزہ ونماز کا مکلّف ہوتا ہے اور نہ اُسے کسی جرم کے ارتکاب پر سزا دی جا سکتی ہے۔

اِس میں شبہ نہیں کہ ہماری عقل بہت سے دینی حقائق خود دریافت نہیں کر سکتی، لیکن اللہ کے نبیوں کی طرف سے اُن کی وضاحت کے بعد وہ اُنھیں سمجھنے کی صلاحیت بے شک رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھیں ماننے کا تقاضا بھی اللہ تعالیٰ نے اُسی سے کیا ہے۔ آئن اسٹائن کا نظریہ اضافت ہماری جامعات میں سائنس کے طلبہ نے دریافت نہیں کیا۔ وہ شاید اُسے دریافت کر بھی نہیں سکتے لیکن اب وہ ہر روز اُسے سمجھتے اور جس حد تک اپنی عقل کے مطابق پاتے ہیں بغیر کسی تردد کے مان لیتے ہیں۔ سائنس کا استاد جب یہ نظریہ اُنھیں سمجھاتا ہے تو اُن کی عقل ہی کو خطاب کرتا ہے اور اُسی سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اِسے مانے۔ دین بھی انسان کی عقل ہی کو خطاب کرتا ہے چنانچہ وہ عقل سے ماورا کوئی ہدایت عقل کو نہیں دیتا۔ اُس کی تمام ہدایات بالکل عقل کے مطابق ہیں۔

ہم نہیں سمجھتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے عاقل انسان نے مسح کے بارے میں وہ بات کہی ہوگی جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ ہم میں سے ہر شخص بادنیٰ تامل سمجھ سکتا ہے کہ جرابوں پر مسح اُن کی غلاظت دور کرنے کے لیے نہیں کیا جاتا۔ اِس کی حیثیت تیمّم کی طرح محض ایک علامت کی ہے جس سے ہم ایک طرح کی ذہنی پاکیزگی حاصل کرتے ہیں۔ ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی میں محض پاؤں کے اوپر ہاتھ پھیر لینے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اِسے کسی طرح خلاف عقل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

از: احمد رضا قادری، الرضا نگر (کریم گنج) پورن پور، پیلی بھیت یوپی

☆☆☆

صفحہ ۴۷ کا بقیہ

اللہ اللہ! ایسے ایسے اقوال، ایسے ایسے اوصاف دل چاہتا ہے کہ پورے اقوال لکھ دوں مگر تبصرے کی یہ چند سطریں اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ تقریباً ۱۳۰؍ چھوٹے چھوٹے جملے بظاہر چھوٹے مگر معنی ومفہوم کے اعتبار سے ہزاروں صفحات پر بھاری ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ طرز دل کش، اقوال دل لگتے اور باتیں من بھاتی ہیں۔ جو آج کے مسلمانوں کو خود احتسابی کی دعوت دے رہی ہیں۔ اس کا ترجمہ کر کے مولانا مظہر حسین علیمی نے واقعی اردو داں طبقے پر احسان کیا ہے۔ اخیر میں مولانا موصوف نے اصل کتاب کی scan print بھی شامل کی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ترجمہ نگار کے علم وعمل میں برکت عطا کرے اور موصوف سے اسی طرح دین وسنیت کی خدمات لیتا رہے اور ہمیں رسالے کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے۔ ﴿.....﴾

منظومات

غوثِ پاک کی بارگاہ میں خراج عقیدت

غوثِ اعظم بمنِ بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے، کعبۂ ایماں مددے
ہند میں رہتا ہوں، دل رکھتا ہوں سوے بغداد
نگہٗ لطف ادھر اے شہ جیلاں مددے
داغِ دل کھول کے دکھلا نہیں سکتا لیکن
نذر میں لایا ہوں اک چاکِ گریباں مددے
پھر بہار آئے تو زنجیر بکف ہو کے پڑھوں
سلسلے والوں میں ہوں اے شہِ پیراں مددے
تیرے دربار کی پیزاروں کا رکھوالا ہوں
اپنے اس منصبِ عالی پہ ہوں نازاں مددے
میں تہی دست ہوں، نذرانۂ سر لایا ہوں
لاج رکھ لے مرے آقائے غلاماں مددے
سارے ولیوں کے سروں پہ قدمِ عالی ہے
ایک ٹھوکر کہ مرا سر بھی ہو رقصاں مددے
پھر حریفِ زرو دنیا نے صف آرائی کی
زیر ہو دشمنِ جاں اے مرے سلطاں مددے
تیرا بغداد تو مر مر کے ہوا تھا زندہ
اک نظر پھر سے میرے عیسیِ دوراں مددے
سارے ولیوں کی نظر تیری طرف ہے آقا
اب کرم کردے بریں حالِ پریشاں، مددے
شاہِ حمزہ کی غزل پڑھ کے نوا سنج ہوں میں
مہر اشرف پہ ہو،اے ماہِ درخشاں مددے

نتیجۂ فکر: سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی

تشطیر بر کلامِ اعلیٰ حضرت

''حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو''
فرش پر عرشِ معلیٰ کا ہے نقشہ دیکھو
ارضِ جنت سے سوا ہے جو مدینہ دیکھو
''کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو''
''رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت''
جلد ہی طیبہ کا ڈھل جائے گا داغِ فرقت
روضۂ پاک سے آیا ہے بلاوا، دیکھو
''اب مدینے کو چلو! صبحِ دل آرا دیکھو''
''آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں''
دل جلا پایا، ہوئیں دل کی مکمل آسیں
تشنگی غم کی مٹاتا ہے وہ چشمہ دیکھو
''آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو''
''زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے''
ڈھل گیے عصیاں وڈُکھ درد والم کے چھینٹے
لطفِ سرکار کا بہتا ہوا دریا دیکھو
''ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو''
''خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلافِ کعبہ''
شوق سے کرتے رہے تم تو طوافِ کعبہ
کوئے سرکار میں اب حسنِ تجلا دیکھو
''قصرِ محبوب کے پردے کا بھی جلوا دیکھو''
''مہرِ مادر کا مزا دیتی ہے آغوشِ حطیم''
ربِّ عزت کا ہوا ہم پہ یہ احسانِ عظیم
رب کے پیارے کا چلو روضۂ والا دیکھو
''غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا''
اے مشاہد ہوا اب حج کا بھی ارماں پورا
جاؤ تسکینِ دِہِ دل گنبد خضرا دیکھو
''میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو''

نتیجۂ فکر : محمد حسین مُشاہد رضوی، مالیگاؤں (ناسک)

پیشکش: محمد عبداللہ اعظمی نجمی

انعامی مقابلہ نمبر(٤)

سوالات:

(۱) تحریک سنی دعوتِ اسلامی کے زیر اہتمام مجلس شرعی مبارک پور کا اٹھارہواں فقہی سیمینار کس جگہ منعقد ہوا؟ (۲) خوش تو ہم بھی ہیں جوانوں کی ترقی سے مگر÷لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ ۔ یہ شعر کس کا ہے؟ (۳) دعوت کے چار اصول کون کون سے ہیں؟ (۴) حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کتنے کتنے دنوں تک بھوکے رہا کرتے تھے؟ (۵) ماہ نامہ سنی دعوتِ اسلامی کے مارچ کے شمارے میں رضویات کے کالم میں کون سا مضمون شائع ہوا تھا؟ (۶) حضرت نائلہ بنت فرافصہ رضی اللہ عنہا کس صحابی رسول کی زوجہ محترمہ ہیں؟ (۷) حضور حافظ ملت کی تحریر کردہ کتاب المصباح الجدید کا دوسرا نام کیا ہے؟ (۸) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کس چیز کو ''دنیا کا عذاب'' کہا ہے؟

انعامی مقابلہ(۲)کے صحیح جوابات

(۱) سورہ بقرہ (۲)٦٢٣٦ دوسرا قول ٦٦٦٦ (۳) حضرت سعید بن زید نے (۴) حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۵) ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ،ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی، مالک بن انس، احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۶) سورہ یوسف کا (۷) چالیس (۸) آزاد میدان ممبئی میں۔

انعامات:

پہلا انعام: تبسم بانو بنت محمد سلیم، رائچور کرناٹک

دوسرا انعام: محمد کاشف رضا شاد مصباحی، دارالعلوم رضائے مصطفےٰ، گلبرگہ شریف

تیسرا انعام: سید عبدالمبین ازہری، دارالعلوم گلشن اجمیر بھروچ، گجرات

۵/ صحیح جوابات دینے والوں کے نام: جاوید سکندری (باڑمیر راجستھان) میمن شریفہ عبدالرشید (ممبرا) سید نثار علی (ممبرا) میمن عبدالغنی عبدالرشید (ممبرا) قاریہ شیخ فرحت (مالیگاؤں) نوشاد رضا (جامعہ غوثیہ ممبئی)

۴/ صحیح جوابات دینے والوں کے نام: ساجد الرحمٰن برکاتی (مبارک پور) فرحین سلطانہ (گلبرگہ) یوسف حسین (ممبرا) عظمت اللہ خاں (جامعہ غوثیہ ممبئی)

۳/ صحیح جوابات دینے والوں کے نام: محمد احمد رضا (جام نگر) شیخ عبدالصمد (جوگیشوری) مریم خورشید (گھاٹ کوپر ممبئی) محمد حفیظ یوسف حسین (امرت نگر ممبرا)

Add: Office Sunni Dawat e Islami 1st Floor,
Fine Mansion, 132 kambeker Street, Mumbai 400 003

ہدایات

☆ شرائط کا اطلاق ہوگا۔

☆ جوابات ۲۰/اپریل سے پہلے پہلے ادارہ کو موصول ہو جانے چاہئیں۔

کوپن انعامی مقابلہ نمبر(٤)

نام:........................ عمر:........................

مشغلہ:........................ پتہ:........................

.... پن کوڈ:........................